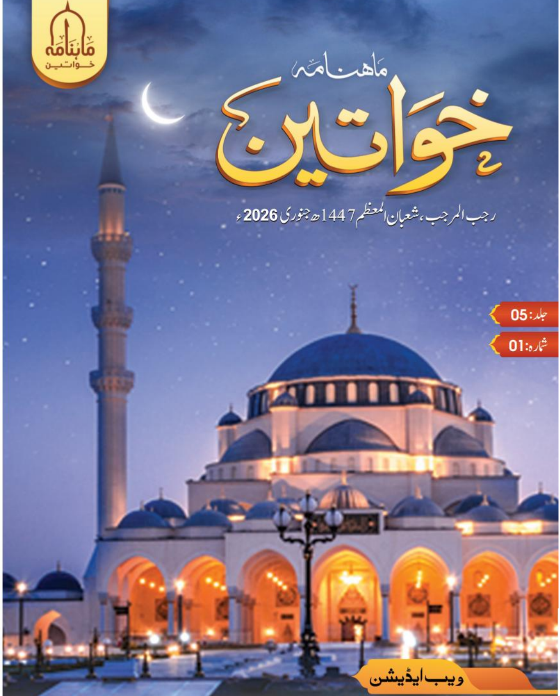
ماہنامہ
خواتین
ماھنامہ
خواتین
رجب المرجب، شعبان المعظم 1447ھ جنوری 2026ء
جلد: 05
شمارہ: 01
ویب ایڈیشن

ٹینشن سے حفاظت

اَللّٰہُ الصَّمَد

100 بار

ہر نماز کے بعد پڑھنے والا غموں، دُکھوں، پریشانیوں اور ٹینشن وغیرہ سے محفوظ رہے۔ (ان شآءَ اللہ الکریم)
اللہ پاک چاہے تو ہی فائدہ ہو گا، یہ ذہن رکھنا ضروری ہے۔

اولادِ نَرینہ اور روزی میں برکت

یَا اَوَّلُ

40 بار

پڑھ کر پانی یا شہد ملے پانی پر دَم کر کے آدھا خود پیے اور آدھا زوجہ کو پلائے۔ اِن شآءَ اللہ الکریم بیٹا ہو گا اور رزق میں بھی برکت ہو گی۔ (یہ عمل 40 دن مسلسل کرنا ہے)

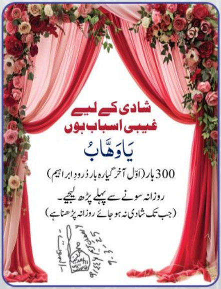

شادی کے لیے غیبی اسباب ہوں

یَا وَھَّابُ

300 بار (اوّل آخر گیارہ بار دُرودِ ابراہیم)

روزانہ سونے سے پہلے پڑھ لیجیے۔

(جب تک شادی نہ ہو جائے روزانہ پڑھنا ہے)

نظر کمزور ہو تو

سات بادام اور سات سفید مرچ (یعنی دکھنی مرچ) روزانہ رات پانی میں بھگو دیجیے، صبح نہار منہ (یعنی خالی پیٹ) چبا کر کھا لیجیے (روزہ ہو تو صبح بھگو کر افطار میں استعمال کیجیے) اِن شآءَ اللہ الکریم نظر میں بہتری آئے گی اور اللہ پاک چاہے تو عینک بھی اتر جائے۔ (مدت: تا حصولِ مراد)

بچوں کو پیس کر شہد ملا کر بھی کھلا سکتے ہیں۔

تاکید: ہر علاج اپنے طبیب کے مشورے سے کیجیے۔

فہرست

قرآن و حدیث			
تفسیرِ قرآنِ کریم	خواتین کا اندازِ گفتگو کیسا ہو؟	محترمہ ام حبیبہ مدنیہ عطاریہ	2
شرحِ حدیث	بہترین عیادت	محترمہ بنتِ کریم مدنیہ عطاریہ	4
ایمانیات و عبادات			
عبادات	رجب شریف کی عبادات	محترمہ ام غزالی مدنیہ عطاریہ	7
	تہجد اور نفلی روزے	محترمہ بنتِ مصطفیٰ احمد عطاریہ	10
فیضانِ سیرت			
اخلاقِ نبوی	حضور ﷺ کی اللہ پاک سے محبت	محترمہ بنتِ اسلم	12
ازواجِ انبیا	سیدہ زینب بنتِ جحش (تیسری و آخری قسط)	شعبہ ماہنامہ خواتین	14
بزرگ خواتین کے سبق آموز واقعات	کیا واقعی ہم کوشش کرتی ہیں؟	محترمہ اُمِّ سلمہ مدنیہ عطاریہ	16
فیضانِ بزرگانِ دین			
فیضانِ اعلیٰ حضرت	شرحِ قصیدۂ معراجیہ (قسط 8)	محترمہ بنتِ اشرف مدنیہ عطاریہ	18
فیضانِ امیرِ اہلِ سنت	پیغامِ بنتِ عطار (63 نیک اعمال، نیک عمل نمبر 37)	محترمہ بنتِ عطار باجی	20
اسلام اور خواتین			
بیٹیوں کو مہمان نوازی کا سلیقہ سکھائیں		محترمہ ام میلاد عطاریہ	22
علم نور ہے			
حصولِ علمِ دین کی رکاوٹیں	بری عادتیں (قسط 17)	محترمہ بنتِ افضل مدنیہ عطاریہ	24
دار الافتاء اہلسنت			
شرعی رہنمائی		مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی	27
اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل		مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی	29
رسم و رواج			
میت کی رسومات (قسط 7)		محترمہ بنتِ منصور مدنیہ عطاریہ	30
اخلاقیات			
جنت میں لے جانے والے اعمال	عطا کیجئے	محترمہ ام انس عطاریہ	33
جہنم میں لے جانے والے اعمال	محروم کرنے کی مذمت	محترمہ بنتِ مقصود عطاریہ	35
فیضانِ دعوتِ اسلامی			
نئی لکھاری	اُمتِ مسلمہ پر ظلم اور مسلمانوں کی مجرمانہ خاموشی	(فرسٹ پوزیشن) محترمہ بنتِ طاہر حسین	37
اسلامی فلکیات	نمازوں کے ابتدائی، انتہائی اور مستحب اوقات	محترمہ بنت عبد الحمید مدنیہ عطاریہ	39
فیضان آن لائن اکیڈمی گرلز کی جھلکیاں	صراط الجنان کورس		40

چیف ایڈیٹر
مولانا ابو الابصار قادری

سینئر معاون
مولانا ابو زین العابدین عطاری مدنی

شرعی تفتیش: مولانا مفتی محمد انس رضا عطاری مدنی
دار الافتاء اہلِ سنت (دعوتِ اسلامی)

اپنے تاثرات (Feedback)، مشورے اور تجاویز نیچے دیئے گئے ای میل ایڈریس اور (صرف تحریرا) واٹس ایپ نمبر پر بھیجئے:
mahnamahkhawateen@dawateislami.net
صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

پیش کش: شعبہ ماہنامہ خواتین، مجلس ماہنامہ فیضانِ مدینہ دعوتِ اسلامی

Go To Index

خواتین کا اندازِ گفتگو کیسا ہو؟

محترمہ اُمِّ حبیبہ مدنیہ عطاریہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز فیضانِ اُمِّ عطار گلبہار سیالکوٹ

فرمانِ الٰہی ہے: یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾ (پ22، الاحزاب: 32) ترجمہ: اے نبی کی بیویو! تم اور عورتوں جیسی نہیں ہو۔ اگر تم اللہ سے ڈرتی ہو تو بات کرنے میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا مریض آدمی کچھ لالچ کرے اور تم اچھی بات کہو۔

تفسیر

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: اللہ پاک نے خواتینِ امت کو یہ تاکید فرمائی ہے کہ ان کی گفتگو میں عفت و وقار کی جھلک ہو۔ ان کی زبان سے نکلنے والا ہر لفظ مضبوط اور فیصلہ کن ہو، جس میں کسی قسم کا شک یا غیر ضروری لچک نہ ہو۔ مقصد یہ ہے کہ آواز کی نزاکت اور لہجے کی دلربائی دلوں میں کوئی ایسی کشش یا لگاؤ پیدا نہ کرے جو کسی کمزور دل شخص کو ہوس یا گناہ کی طرف مائل کرے۔ یہ اس رویے سے بچنے کے لئے ضروری ہے جو عرب کی خواتین کا تھا کہ جو مردوں سے ہم کلام ہوتے وقت آواز کو باریک اور ملائم کر لیتی تھیں۔ یہ ایسا طرزِ تخاطب تھا جو بدنام اور شک و شبہ میں پڑی ہوئی عورتوں کا شیوہ سمجھا جاتا تھا۔ لہٰذا ربِّ کریم نے خواتین کو اس اندازِ کلام سے قطعی طور پر منع فرما کر انہیں گفتگو کا ایسا انداز اختیار کرنے سے منع فرما دیا۔[1]

اُمہات المومنین اس حکمِ الٰہی پر اس قدر شدت سے کاربند تھیں کہ جب وہ کسی غیر محرم سے مخاطب ہوتیں تو کمالِ حیا کے سبب اپنا ہاتھ مبارک اپنے منہ پر رکھ لیتیں اور اپنی آواز کو جان بوجھ کر تبدیل فرما دیتیں۔ یہ اہتمام صرف اس خوف سے تھا کہ کہیں سننے والا ان کی آواز کی فطری باریکی اور نزاکت کو محسوس نہ کر لے۔ گویا ان کا ہر عمل آواز کے پردے کا عملی نمونہ تھا۔ شریعت نے غیر محرم سے گفتگو کے وقت خواتین کے لئے لہجے کی پختگی اور اندازِ بیان کی سنجیدگی اختیار کرنے کو ان کی امتیازی خصوصیات میں شامل فرما کر اسے ان کی عفت و حیا کا مظہر قرار دیا ہے۔[2]

علامہ احمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضور کی مقدس بیویاں امت کی مائیں ہیں اور انسان اپنی ماں کے بارے میں بری اور شہوانی سوچ رکھنے کا تصور تک نہیں کر سکتا، اس کے باوجود انہیں بات کرتے وقت نرم لہجہ اپنانے سے منع کیا گیا تاکہ جو لوگ منافق ہیں وہ کوئی لالچ نہ کر سکیں کیونکہ ان کے دل میں اللہ پاک کا خوف نہیں ہوتا جس کی بنا پر ان کی طرف سے کسی برے لالچ کا اندیشہ تھا، اس لئے نرم لہجہ اپنانے سے منع کر کے یہ ذریعہ ہی بند کر دیا گیا۔[3]

اس سے واضح ہوا کہ جب حضور کی مقدس بیویوں کے لئے یہ حکم ہے تو بقیہ کے لئے یہ حکم کس قدر زیادہ ہو گا!

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنی عفت اور پارسائی کی حفاظت کرنے والی خواتین کی شان کے لائق یہی ہے کہ جب انہیں کسی ضرورت، مجبوری اور حاجت کی وجہ سے کسی غیر مرد کے ساتھ بات کرنی پڑ جائے تو ان کے لہجے میں نزاکت نہ ہو اور آواز میں بھی نرمی اور لچک نہ ہو بلکہ ان کے لہجے میں اجنبیت ہو اور آواز میں بیگانگی ظاہر ہو، تاکہ سامنے والا کوئی برا لالچ نہ کر سکے اور اس کے دل میں شہوت پیدا نہ ہو۔

جب حضور کے زیرِ سایہ زندگی گزارنے والی اُمت کی ماؤں اور عفت وعصمت کی سب سے زیادہ محافظ مقدس خواتین کو یہ حکم ہے کہ وہ نازک لہجے اور نرم انداز سے بات نہ کریں تاکہ شہوت پرستوں کو لالچ کا کوئی موقع نہ ملے تو دیگر عورتوں کے لئے جو حکم ہو گا اس کا اندازہ ہر عقل مند انسان آسانی کے ساتھ لگا سکتا ہے۔

اللہ پاک اپنے نبی کی بیویوں کو آدابِ گفتگو سکھاتا ہے لیکن تمام امت کی عورتوں کے لئے بھی اسی ادب کو ملحوظِ خاطر رکھنا لازم ہے کیونکہ یہ ان کی ماتحت ہیں۔ معاشرے میں جو بگاڑ پیدا ہوتا ہے اس کا پہلا سبب عورت کا مردوں سے نرم لہجے میں گفتگو کا سہارا لے کر مردوں کو گمراہ کرنا ہے۔ قرآن نے سکھا دیا کہ عورت کو اگر غیر مرد سے گفتگو کی ضرورت پڑ جائے تو لہجہ نرم نہ رکھے کہ یہ فتنے کا سبب بن سکتا ہے۔

افسوس! ہمارے معاشرے میں آزادی، روشن خیالی اور معاشی ترقی کے نام پر عورتوں کو غیر مردوں کے ساتھ باتیں کرنے کے نت نئے مواقع فراہم کئے جا رہے ہیں بلکہ عورتوں کو نازک لہجے اور نرم انداز سے بات کرنے کی باقاعدہ تربیت دے کر ایجوکیشن، میڈیکل، ٹریولنگ، ٹریڈنگ، میڈیا اور ٹیلی کام وغیرہ شعبہ جات میں استعمال کیا جاتا ہے یہاں تک کہ دنیوی شعبہ جات میں عوامی راہ نمائی اور خدمت کا شاید ہی کوئی ایسا شعبہ ہو جہاں تربیت یافتہ عورت موجود نہ ہو۔

عورت اور اس کی آواز میں فطری کشش

اللہ پاک نے عورت کی شخصیت میں ایسی کشش رکھی ہے جو مرد کو اپنی جانب مائل کرتی ہے، اسی لئے اسے پردہ کرنے اور نگاہ نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ عورت کی آواز میں نرمی، نزاکت اور کشش فطری طور پر موجود ہے۔ اس لئے عورت کو ہدایت دی گئی کہ وہ غیر محرم مرد سے بات کرتے وقت ایسا لہجہ اختیار کرے جس میں نرمی اور کشش نہ ہو بلکہ مضبوطی اور سنجیدگی ہو۔ یہ حکم صرف حضور کی مقدس بیویوں کے لئے مخصوص نہیں، بلکہ تمام مسلمان عورتوں کے لئے عام ہے، کیونکہ حضور کی بیویاں تمام امت کی عورتوں کے لئے بہترین نمونہ ہیں۔

عورت کو مرد کے ساتھ بقدرِ ضرورت گفتگو کی اجازت ہے نہ کہ بے تکلفی کے ساتھ ہنسی مذاق کرنے کی۔ جیسا کہ علامہ ابنِ عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم وقتِ ضرورت اجنبی عورتوں سے کلام کو جائز سمجھتے ہیں۔ البتہ! یہ جائز قرار نہیں دیتے کہ وہ اپنی آوازیں بلند کریں، گفتگو کو بڑھائیں، نرم لہجہ رکھیں یا مبالغہ کریں، کیونکہ اس طرح تو مردوں کو اپنی طرف مائل کرنا ہے اور ان کی شہوات کو ابھارنا ہے، اسی وجہ سے تو عورت کا اذان دینا جائز نہیں۔(4)

اندیشۂ فتنہ وخلوت نہ ہونے کی صورت میں نامحرم رشتہ دار سے ضروری بات کرنے کی اجازت سے متعلق اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ کتنے شخص ایسے ہیں جن سے عورتوں کو گفتگو کرنا اور ان کو اپنی آواز سنانا جائز ہے؟ تو آپ نے فرمایا: تمام محارم اور حاجت ہو اور اندیشۂ فتنہ نہ ہو، نہ خلوت ہو تو پردہ کے اندر سے بعض نامحرم سے بھی۔(5)

امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں: عورت کو چاہیے کہ غیر مرد سے بات کرنی پڑے تو ایسی آواز رکھے جس میں نرمی اور لچک نہ ہو، بلکہ بالکل سادہ اور نارمل ہو، نہ مسکرائے، نہ ہنسے اور نہ ہی ایسی لفٹ دے کہ جس سے اگلا آزمائش میں مبتلا ہو۔ البتہ ایسا انداز نہ ہو کہ سامنے والے کو غصّہ آجائے اور وہ جھگڑا کرنے لگے۔(6)

اللہ پاک ہمیں جو اندازِ گفتگو سکھایا گیا اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم

1 تفسیر قرطبی، 7/130، جزء:14 ملخصاً
2 تفسیر روح المعانی، جزء:22/254 ملخصاً
3 حاشیہ صاوی، 5/1637 ملخصاً
4 ردالمحتار، 2/97
5 فتاویٰ رضویہ، 22/243
6 پیٹ کی بیماریوں کا علاج، ص3

Go To Index

بہترین عیادت

محترمہ بنتِ کریم مدنیہ عطاریہ
شعبہ ٹیچر ٹریننگ ڈیپارٹمنٹ مجلس جامعۃ المدینہ گرلز

فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم ہے: اَفْضَلُ الْعِيَادَةِ سُرْعَةُ الْقِيَامِ یعنی بہترین عیادت جلد اُٹھ جانا ہے۔[1]

شرحِ حدیث

اس حدیثِ مبارک میں عیادت کے آداب میں سے ایک ادب بیان کیا گیا ہے کہ مریض کے پاس زیادہ دیر تک نہ بیٹھیں بلکہ جلد اٹھ جائیں۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: بیمار کے پاس اس کی عیادت کے وقت کم بیٹھنا اور کم شور کرنا سنت ہے۔[2] البتہ! حکیمُ الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یہ تمام اس صورت میں ہے جب بیمار کو اس کے بیٹھنے سے تکلیف ہو۔[3]

کیا مریض کے پاس زیادہ دیر بیٹھنا مطلقاً منع ہے؟ مریض کے پاس زیادہ دیر بیٹھنا مطلقاً منع نہیں بلکہ یہ اسی صورت میں ہے جب اس سے مریض یا اس کے گھر والوں کو آزمائش ہو۔ لیکن اگر کوئی مریض کی تیمار داری کرنے کے لئے زیادہ دیر ٹھہرتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ یونہی اگر تیمار داری نہیں کرتا لیکن مریض خود چاہتا ہے کہ وہ اس کے پاس زیادہ دیر بیٹھے، اس سے اچھی اچھی باتیں کرے جس سے مریض کے دل کو راحت ملتی ہے تو اس صورت میں بھی زیادہ دیر بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جس وقت یہ گمان ہو کہ مریض اس شخص کے زیادہ بیٹھنے کو ترجیح دیتا ہے، مثلاً: وہ اس کا دوست یا کوئی بُزرگ ہے یا وہ اس میں اپنی مصلحت سمجھتا ہے، اسی طرح کوئی اور فائدہ ہو تو اس وقت مریض کے پاس زیادہ دیر بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں۔[4]

ممانعت کی وجوہات: مریض کے پاس زیادہ دیر بیٹھنے سے منع کرنے کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں:

1-مریض کو چونکہ آرام کی حاجت ہوتی ہے، لہٰذا زیادہ دیر مریض کے پاس بیٹھنے سے اسے آزمائش ہو سکتی ہے۔

2-عُموماً مریض اپنی بیماری کے سبب زیادہ گفتگو نہیں کر پاتا یا اس کا زیادہ گفتگو کرنے کا دل نہیں کرتا۔ اب اگر اس کے پاس زیادہ دیر تک بیٹھیں گے تو مجبوراً اس کو بات چیت کرنی پڑے گی اور یوں وہ آزمائش میں پڑ جائے گا۔

3-بعض لوگ مریض کے پاس بیٹھ کر آپس میں باتیں کرتے، آواز بلند کرتے اور شور کرتے ہیں۔ ظاہر ہے اس سے بھی مریض کو تکلیف ہوتی ہے۔

4-یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عیادت کرنے والا اگر دیر تک بیٹھا رہے تو مریض کے رشتے داروں بالخصوص خواتین کو آزمائش ہو گی، انہیں زیادہ دیر پردے میں رہنا پڑے گا۔

5-یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مریض کو کوئی حاجت ہو لیکن وہ عیادت کرنے والوں کی موجودگی کے سبب کسی سے کھل کر اپنی حاجت بیان نہ کر سکے۔

دینِ اسلام کی عظمت اور حسن کس قدر نمایاں ہے! مذکورہ حدیثِ مبارک سے بھی اس کی دل آویزی جھلکتی ہے کہ اسلام ہمیں صرف عبادات کا پابند بناتا ہے نہ یہ محض نماز اور روزے کی تعلیم دینے پر اکتفا کرتا ہے، بلکہ یہ معاملات و اخلاق کے بنیادی اصول بھی سکھاتا ہے۔ یعنی ہمارا دین ہمیں یہ بتاتا ہے کہ لوگوں کے ساتھ کیسے رہنا ہے، مختلف حالات میں کس سے کس طرح پیش آنا ہے اور ایک معاشرے کا ذمہ دار فرد بن کر کس انداز سے زندگی گزارنی ہے۔ انہی معاشرتی تقاضوں میں سے

ایک نہایت اہم عمل مریض کی عیادت ہے۔ عیادتِ مریض محض ایک معاشرتی فریضہ نہیں بلکہ حضور کی نہایت پیاری سنت بھی ہے۔ دینِ اسلام نے نہ صرف اس کے فضائل بیان کیے ہیں بلکہ اس کے آداب و طریقے بھی واضح فرمائے ہیں، تاکہ ہم نیکی کرتے ہوئے کہیں انجانے میں کوئی ایسا طرزِ عمل اختیار نہ کر بیٹھیں جو ثواب کے بجائے وبالِ جان بن جائے۔

عیادت کی فضیلت پر فرامینِ مصطفےٰ: کسی مریض کی عیادت کرنا کتنا عظیم اور ثواب کا کام ہے، اس کا اندازہ ان مبارک احادیث سے بخوبی ہوتا ہے۔ پیارے آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان کسی مسلمان کی عیادت کے لئے صبح کو جائے تو شام تک اور شام کو جائے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے ہیں اور اس کے لئے جنت میں ایک باغ ہو گا۔(5) ایک روایت میں ہے: جو کسی مریض کی بیمار پُرسی کرے تو وہ رحمت میں غوطے لگاتا ہے یہاں تک کہ بیٹھ جائے۔ جب بیٹھ جاتا ہے تو رحمت میں ڈوب جاتا ہے۔(6)

وہ تو نہایت سستا سودا بیچ رہے ہیں جنت کا
ہم مفلس کیا مول چکائیں اپنا ہاتھ ہی خالی ہے

پیارے آقا کا اندازِ عیادت: حضور اپنے صحابہ کرام کی دلجوئی فرماتے، ان کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے اور ان کے لئے نہ صرف دعائیں ارشاد فرماتے بلکہ شفایابی کی دعائیں بھی تعلیم فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی بیمار ہوئے تو حضور ان کی مزاج پرسی کے لئے تشریف لائے اور انہیں یہ دعا پڑھنے کی تلقین فرمائی: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ تَعْجِیْلَ عَافِیَتِكَ وَ صَبْرًا عَلٰى بَلِیَّتِكَ وَ خُرُوْجًا مِّنَ الدُّنْیَا اِلٰى رَحْمَتِكَ یعنی اے اللہ! میں تجھ سے تیری عافیت کے جلد حاصل ہونے کا، تیری طرف سے آئی ہوئی آزمائش پر صبر کی توفیق کا اور دنیا سے تیری رحمت کی جانب منتقل ہو جانے کا سوال کرتا ہوں۔(7) پھر حضور نے ارشاد فرمایا: جب تم یہ دعا پڑھ لو گے تو اللہ پاک تمہیں ان تین میں سے ایک نعمت ضرور عطا فرمائے گا (یعنی جلد صحت یابی، بیماری پر صبر کی توفیق یا دنیا سے اللہ پاک کی رحمت کی طرف کامیابی کے ساتھ منتقلی)۔(8)

یاد رہے! مریض کی عیادت کرنا اگرچہ ثواب کا باعث ہے۔ لیکن افسوس! بعض لوگ عیادت کی نیت سے تو جاتے ہیں، مگر اپنی بے احتیاطی اور نامناسب طرزِ عمل کے باعث مریض کے لئے مزید آزمائش کا سبب بن جاتے ہیں۔ یوں وہ نیکی کے ارادے کے باوجود ایسی حرکت کر بیٹھتے ہیں جو نہ صرف مریض کے لئے تکلیف دہ ہوتی ہے بلکہ اللہ پاک کی ناراضی کا باعث بھی بن سکتی ہے۔ جیسا کہ حضور نے ایسے رویّے کی سخت مذمت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: جس نے (بلاوجہ) کسی مسلمان کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ پاک کو تکلیف دی۔(9)

بے وقوفوں کا عیادت کرنا: حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بے وقوف لوگوں کا مریض کی عیادت کرنا اس کے گھر والوں پر اس کے مرض سے بھی زیادہ بھاری ہوتا ہے، کیونکہ وہ بے وقت آتے ہیں اور دیر تک بیٹھے رہتے ہیں۔(10)

عیادت کرنے والوں سے متعلق دلچسپ حکایات

حضرت علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر چند حکایات نقل کی ہیں، جن میں سے دو پیشِ خدمت ہیں:

1-ایک شخص مریض کی عیادت کو گیا اور کافی دیر بیٹھا رہا، آخر مریض نے کہا: لوگوں کی بھیڑ سے ہمیں تکلیف ہو رہی ہے۔ وہ شخص بولا: کیا میں اٹھ کر دروازہ بند کر دوں؟ مریض نے جواب دیا: ہاں، لیکن باہر سے!

2-چند لوگ ایک مریض کے پاس کافی دیر تک بیٹھے رہے اور اٹھتے وقت کہنے لگے: ہمیں وصیت کیجئے! مریض نے کہا: میری وصیت یہی ہے کہ جب کسی مریض کے پاس جاؤ تو زیادہ دیر نہ بیٹھو۔(11)

عیادت اور خواتین کی نادانیاں:

اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض خواتین عیادت کے لئے جاتی ہیں تو دیر تک بیٹھی رہتی ہیں اور باہمی گفتگو میں وقت گزار دیتی

ہیں۔ بعض اوقات یہ گفتگو غیبت، چغلی یا بے جا باتوں پر مشتمل ہوتی ہے، جس سے نہ صرف گناہ بڑھتا ہے بلکہ مریضہ کو بھی تکلیف اور ذہنی پریشانی ہوتی ہے۔ کئی مرتبہ یوں بھی ہوتا ہے کہ وہ مریضہ کے سامنے اس کی بیماری کا ذکر ایسے انداز میں کرتی ہیں کہ بجائے دل مضبوط ہونے کے، اس کی ہمت مزید ٹوٹ جاتی ہے؛ مثلاً یہ کہنا کہ یہ بیماری بہت خطرناک ہے یا اس میں بچنے کی امید کم ہوتی ہے وغیرہ۔ حالانکہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ مریض کے پاس جائیں تو حوصلہ افزائی اور دلجوئی کی باتیں کریں۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے: جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو لمبی عمر اور خیریت کی بات کرو، اس سے اس کا غم ہلکا ہو جاتا ہے (یعنی تقدیر تو اپنے وقت پر پوری ہو گی، مگر مریض کا دل خوش اور مطمئن ہو جاتا ہے)۔[12]

عیادت کرنے کا طریقہ: حضور کی عادتِ کریمہ تھی کہ جب کسی مریض کی عیادت کو تشریف لے جاتے تو یہ فرماتے: لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ (کوئی حرج کی بات نہیں۔ اللہ پاک نے چاہا تو یہ مرض (گناہوں سے) پاک کرنے والا ہے)[13] اگر مریض کو ناگوار محسوس نہ ہو تو حسبِ موقع اس کی پیشانی یا ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر مزاج پوچھنا بھی سنت ہے، جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے: مریض کی پوری عیادت یہ ہے کہ تم میں سے کوئی اس کی پیشانی یا اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر مزاج پوچھے۔[14] حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مریض کے سر یا پیشانی پر ہاتھ رکھ کر عیادت کرنا اس وقت ہے جب کوئی شرعی رکاوٹ نہ ہو اور مریض کی خود خواہش ہو ورنہ اُس کے سر پر ہاتھ نہ رکھے۔[15] مزید یہ کہ جس نے کسی ایسے مریض کی عیادت کی جس کی موت کا وقت قریب نہ ہو اور سات مرتبہ یہ دعا پڑھے: اَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ، رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ (میں عظیم اللہ پاک، مالکِ عرشِ عظیم سے تیرے لئے شفا کا سوال کرتا ہوں) تو اللہ پاک اسے اس مرض سے شفا عطا فرمائے گا۔[16]

عیادت کے چند مزید آداب

عیادت کے چند مزید آداب یہ ہیں: (1) مریضہ کے سامنے اپنے چہرے پر رنج و غم کی کیفیت ظاہر کیجیے۔ (2) گفتگو کا انداز ایسا نہ ہو کہ مریضہ یا گھر والوں کو یہ محسوس ہو کہ آپ ان کی پریشانی پر خوش ہیں۔ (3) مزاج پرسی کیجیے اور صحت و عافیت کی دعا دیجئے۔ (4) مریضہ سے اپنے لئے بھی دعا کروایئے کہ اس کی دعا قبولیت کے قریب ہوتی ہے۔ (5) عیادت کے لئے مناسب وقت کا انتخاب کیجئے؛ مثلاً: ایسے وقت نہ جایئے جب مریضہ آرام کر رہی ہو۔ (6) اگر ہو سکے تو عیادت کے ساتھ کچھ رقم بھی پیش کیجئے تاکہ حقیقی ضرورت پوری ہو سکے۔ (7) اس موقع پر پھل یا تحائف کے بجائے رقم دینا زیادہ مفید ہے، تاکہ مریضہ اپنی ضرورت کے مطابق اسے استعمال کرے۔ (8) موقع کی مناسبت سے نیکی اور نماز کی پابندی کی ترغیب بھی دیجئے۔ (9) عیادت کے دوران علاج بتانے یا اس پر اصرار کرنے سے گریز کیجئے اور بار بار یہ بھی نہ پوچھئے کہ میں نے جو علاج بتایا تھا کیا وہ کیا یا نہیں؟ کیونکہ علاج ہمیشہ ڈاکٹر کے مشورے سے ہی ہونا چاہیے۔ اپنی طرف سے ایسا نسخہ دینا درست نہیں جو نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہو۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ ہمیں عیادت کرنے کے آداب پر عمل کرتے ہوئے بیمار مسلمانوں کی عیادت و غمخواری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) شعب الایمان، 6/543، حدیث: 9221 (2) مشکاۃ المصابیح، 1/303، حدیث: 1589 (3) مراۃ المناجیح، 2/433 (4) مرقاۃ المفاتیح، 4/60، تحت الحدیث: 1591 (5) ترمذی، 2/290، حدیث: 971 (6) مسند امام احمد، 22/162، حدیث: 14260 (7) مسند شہاب، 2/334، حدیث: 1470 (8) احیاء علوم الدین، 2/262 (9) معجم اوسط، 2/387، حدیث: 3607 (10) حلیۃ الاولیاء، 4/348، رقم: 5817 (11) مرقاۃ المفاتیح، 4/60، تحت الحدیث: 1591 (12) ترمذی، 4/25، حدیث: 2094 (13) بخاری، 2/505، حدیث: 3616 (14) ترمذی، 4/335، حدیث: 2740 (15) بہار شریعت، 3/505، حصہ: 16 (16) ابوداود، 3/251، حدیث: 3106

Go To Index

رجب شریف کی عبادات

محترمہ ام غزالی مدنیہ عطاریہ شعبہ ذمہ دار ماہنامہ خواتین

رجب شریف اسلامی سال کا ساتواں مہینا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے ایک فرمان کے مطابق یہ اللہ پاک کا مہینا ہے۔[1] کیونکہ ایک قول کے مطابق رجب کے تین حروف (ر۔ج۔ب) ہیں۔ ر سے رحمتِ الٰہی، **ج** سے بندے کے جرم اور اس کی غلطیاں جبکہ **ب** سے مراد اللہ پاک کی مہربانیاں ہیں۔ گویا اللہ پاک فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے گناہوں کو اپنی رحمت اور مہربانیوں میں سمولیتا ہوں۔[2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رجب شریف کا مہینا آتا تو حضور یہ دعا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ رَجَبٍ وَّ شَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَان[3] حکیمُ الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں: صوفیائے کرام فرماتے (ہیں): رجب تُخم (یعنی بیج) بونے کا مہینا ہے، شعبان پانی دینے اور رمضان کاٹنے کا کہ رجب میں نوافل میں خوب کوشش کرو، شعبان میں اپنے گناہوں پر روؤ اور رمضان میں رب کو راضی کر کے اس کھیت کو خیریت سے کاٹو، ان کے اس قول کا ماخذ (اصل) یہ (بیان کردہ) حدیث ہے یعنی رجب میں ہماری عبادتوں میں برکت دے، شعبان میں خشوع و خضوع دے اور رمضان کا پانا اس میں روزے اور قیام نصیب کر۔[4]

رجب شریف کے نوافل

(1) ماہِ رجب کی پہلی رات نمازِ عشا سے پہلے 20 رکعات نماز 10 سلام سے پڑھے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص 3،3 بار پڑھے تو اس نماز کے پڑھنے والے کو اللہ پاک قیامت کے دن شہیدوں میں شامل کرے گا اور اس کے ہزار درجے بلند فرمائے گا۔[5]

(2) ماہِ رجب کی پہلی رات نمازِ عشا کے بعد 4 رکعات نماز دو سلام سے پڑھے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اَلَمْ نَشْرَحْ، سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ ناس ایک ایک بار پڑھے، جب دو رکعت کا سلام پھیر دے تو کلمۂ توحید اور درود شریف 33،33 بار پڑھ کر جو حاجت ہو اللہ پاک سے طلب کرے ان شاءاللہ ہر حاجت پوری ہوگی۔[6]

(3) ماہِ رجب کی پہلی رات بعد نمازِ عشا 2 رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص 5،5 بار اور سلام کے بعد 100 بار پڑھے اللہ پاک اس نماز کی برکت سے اسے صحت عطا فرمائے گا۔ بیمار کی صحت کے لئے یہ نماز بہت افضل ہے۔[7]

(4) ماہِ رجب کی پہلی رات نمازِ تہجد کے وقت دس رکعت نماز 5 سلام سے اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص 3،3 بار پڑھے، سلام کے بعد ہاتھ اٹھا کر ایک مرتبہ کلمۂ توحید پڑھے، پھر یہ دعا ایک مرتبہ پڑھے: اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ یہ دعا پڑھ کر اللہ پاک سے جو بھی حاجت ہو طلب کرے ان شاءاللہ جو دعا مانگے گا وہ قبول ہوگی۔[8]

(5) ماہِ رجب کی یکم کو بعد نمازِ ظہر دو رکعت نماز پڑھے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص 5،5 بار پڑھے، سلام کے بعد اپنے گناہوں سے توبہ کرے ان شاءاللہ اس نماز کے پڑھنے والے کے تمام گناہ معاف ہو کر مغفرت ہوگی۔[9]

Go To Index

(6) ماہِ رجب کی پہلی شبِ جمعہ بعد نمازِ عشا 2 رکعت نماز پڑھے، پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ بقرہ کا آخری رکوع اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے کٰفِرِیْنَ تک سات مرتبہ پڑھے، پھر دو رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ حشر کی آخری آیات هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ تا حَکِیْمُ سات مرتبہ پڑھے۔ بعدِ سلام بارگاہِ الٰہی میں جو بھی حاجت ہو طلب کرے ان شاء اللہ جو دعا مانگے قبول ہوگی۔ ہر مراد کے لئے یہ نماز افضل ہے۔[10]

(7) رجب کے پہلے جمعہ کو ظہر و عصر کے درمیان 4 رکعت ایک سلام سے اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی 7 بار، سورۂ اخلاص 5 مرتبہ اور سلام کے بعد 25 مرتبہ یہ دعا پڑھے: لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ الْكَبِيْرِالْمُتَعَالِ، پھر 100 مرتبہ یہ استغفار پڑھے: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ غَفَّارُ الذُّنُوْبِ وَ سَتَّارُ الْعُیُوْبِ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ۔ بعد ازاں 100 مرتبہ درود شریف پڑھ کر جو دعا بھی مانگے خواہ دینی ہو یا دنیاوی بارگاہِ الٰہی میں ضرور مقبول ہوگی۔[11]

(8) ماہِ رجب کی 7ویں، 15ویں یا 21ویں رات میں بعد نمازِ عشا 20 رکعت نماز 10 سلام سے پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص ایک ایک بار پڑھے تو اللہ پاک اس نماز کے پڑھنے والے کو دنیاوی اور دینی تمام آفتوں سے محفوظ رکھے گا اور پل صراط کا راستہ اس پر آسان ہوگا۔[12]

(9) 15ویں رات کو بعد نمازِ عشا 20 رکعت نماز 10 سلام سے پڑھے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص ایک بار پڑھے، اللہ پاک اس نماز پڑھنے کا بے حد ثواب عطا فرمائے گا اور پڑھنے والی / والے کے گناہ ایسے جھڑیں گے جیسے درخت کے سوکھے پتے جھڑ جاتے ہیں۔[13]

(10) ماہِ رجب کے کسی جمعہ کو نمازِ عشا کے بعد 2 رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی 11 بار، سورۂ زلزال اور سورۂ تکاثر 11-11 بار پڑھے۔ سلام کے بعد اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرے تو اللہ پاک اس کے سارے گناہ معاف فرما کر اس کی بخشش فرمائے گا۔[14]

27ویں رجب کی عبادات: نوافل

رجب کی 27 ویں رات میں نیک عمل کرنے والے کو 100 برس کی نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ جو اس میں 12 رکعت اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور قرآن کی کوئی ایک سورت پڑھے، ہر دو رکعت پر اَلتَّحِیَّاتُ پڑھے اور 12 پوری ہونے پر سلام پھیرے، اس کے بعد 100 بار یہ پڑھے: سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ، 100 بار استغفار اور 100 بار درود شریف پڑھے، اپنی دنیا و آخرت میں سے جس چیز کی چاہے دعا مانگے اور صبح کو روزہ رکھے تو اللہ پاک اس کی سب دعائیں قبول فرمائے سوائے اس دعا کے جو گناہ کے لئے ہو۔[15]

ماہِ رجب کے نفلی روزے

رجب کے پہلے دن کا روزہ تین سال کا، دوسرے دن کا روزہ دو سال کا اور تیسرے دن کا ایک سال کا کفارہ ہے، پھر ہر دن کا روزہ ایک ماہ کا کفارہ ہے۔[16] یہاں **گناہ کا کفارہ** سے مراد یہ ہے کہ یہ روزے، گناہِ صغیرہ کی معافی کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔[17]

رجب کے کونڈے

ماہِ رجب میں بعض جگہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کو ایصالِ ثواب کے لئے پوریوں کے کونڈے بھرے جاتے ہیں یہ بھی جائز مگر اس میں بھی اسی جگہ کھانے کی بعضوں نے پابندی کر رکھی ہے یہ بے جا پابندی ہے۔ اس کونڈے کے متعلق ایک کتاب بھی ہے جس کا نام داستانِ عجیب ہے، اس موقع پر بعض لوگ اس کو پڑھواتے ہیں اس میں جو کچھ لکھا ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں وہ نہ پڑھی جائے فاتحہ دلا کر ایصالِ ثواب کریں۔[18] اسی طرح دس بیبیوں کی کہانی، لکڑہارے کی کہانی اور جنابِ سیّدہ کی کہانی سب من گھڑت قصے ہیں، ان کے بجائے ایک بار سورۂ یٰسٓ پڑھ لیا کریں کہ دس قرآنِ کریم

Go To Index

ختم کرنے کا ثواب ملے گا۔ یہ بھی یاد رہے کہ کونڈے ہی میں کھیر کھانا، کھلانا ضروری نہیں، دوسرے برتن میں بھی کھا اور کھلا سکتے ہیں۔ ایصالِ ثواب (ثواب پہنچانا) قرآنِ کریم واحادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے، ایصالِ ثواب دعا کے ذریعے بھی کیا جا سکتا ہے اور کھانا وغیرہ پکا کر اس پر فاتحہ دلا کر بھی۔ کونڈوں کی نیاز بھی ایصالِ ثواب ہی کی ایک صورت ہے اس کو ناجائز کہنا شریعت پر اِفترا (تہمت باندھنا) ہے۔

رجب کے کونڈے کس تاریخ کو کریں؟ پورے ماہِ رجب میں بلکہ سارے سال میں جب چاہیں ایصالِ ثواب کے لئے کونڈوں کی نیاز کر سکتی ہیں، البتہ! مناسب یہ ہے کہ 15 رجب شریف کو رجب کے کونڈے کئے جائیں کیوں کہ یہ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا یومِ عُرس ہے۔[19]

خواجہ صاحب کی چھٹی: رجب شریف کی 6 تاریخ کو برِّصغیر کی عظیم روحانی شخصیت سلطانُ الہند، حضرت خواجہ غریب نواز معینُ الدین سید حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ کے ایصالِ ثواب کے لئے پاک وہند کے مسلمان خصوصی اہتمام کرتے ہیں اور ان کی نیاز دلاتے ہیں۔ اس دن کو خواجہ صاحب کی چھٹی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کی اصل بھی وہی ایصالِ ثواب ہے جو ہمیشہ سے مسلمانوں کا معمول ہے۔

تبارک کی روٹی: رجب میں ایصالِ ثواب کے لئے عام طور پر میٹھی روٹی پر فاتحہ دلائی جاتی ہے جسے تبارک کی روٹی کہتے ہیں، اس کے لئے مخصوص تعداد میں سورۂ ملک کی تلاوت بھی کی جاتی ہے۔ اس میں شرعاً کوئی پابندی نہیں کہ روٹیوں کی اتنی تعداد ہو یا روٹیوں ہی پر فاتحہ دلوائی جائے اور نہ ہی سورۂ ملک کی شرعاً کوئی تعداد مقرر ہے بلکہ بآسانی جس قدر ممکن ہو تلاوت کر لی جائے۔ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ماہِ رجب میں بعض جگہ سورۂ ملک چالیس مرتبہ پڑھ کر روٹیوں یا چھوہاروں پر دم کرتے ہیں اور ان کو تقسیم کرتے ہیں اور ثواب مُردوں کو پہنچاتے ہیں یہ بھی جائز ہے۔[20]

وظائف

رجب کی پہلی تاریخ سے ہر نماز کے بعد 3 مرتبہ اس دعا کو پڑھنے کی بہت فضیلت ہے: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِیْمَ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ، اِلَیْهِ تَوْبَةَ عَبْدٍ ظَالِمٍ لَا یَمْلِكُ نَفْسَهٗ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا وَّلَا مَوْتًا وَّلَا حَیٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا۔[21] جبکہ 15 تاریخ کو کسی بھی نماز کے بعد 100 مرتبہ یہ استغفار پڑھنا افضل ہے۔ اللہ پاک اس دعا کے پڑھنے والے کی تمام برائیاں مٹا کر نیکیوں میں بدل دیتا ہے، وہ استغفار یہ ہے: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ، غَفَّارُ الذُّنُوْبِ وَ سَتَّارُ الْعُیُوْبِ، وَ اَتُوْبُ اِلَیْهِ۔[22]

ماہِ رجب کی کسی تاریخ کو نمازِ ظہر یا مغرب یا عشا کے بعد سورۂ کہف ایک بار، سورۂ یٰسٓ ایک بار، سورۂ حمٓ سجدہ ایک بار اور سورۂ دخان ایک بار، سورۂ معارج ایک بار، پھر سورۂ اخلاص 1000 بار پڑھے تو اللہ پاک ان سورتوں کے پڑھنے والے پر خاص رحمت وبرکت عطا فرمائے گا۔[23]

اللہ پاک اس ماہِ مبارک کی ہمیں بھی برکتیں نصیب فرمائے۔ اس ماہِ مبارک میں ایصالِ ثواب اور عمرہ کرنے کی بہت فضیلت ہے؛ حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحابِ رسول رجب شریف میں عمرہ کرنا پسند فرماتے تھے۔ اللہ پاک ہمیں بھی اس ماہِ مبارک میں عمرہ کرنے کی سعادت عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) کنز العمال، 6/139، جزء:12، حدیث:35159 (2) مکاشفۃ القلوب، ص301 (3) معجم اوسط، 3/85، حدیث:3939 (4) مراٰۃ المناجیح، 2/330 (5) اسلامی مہینوں کے فضائل ومسائل، ص88 (6) اسلامی مہینوں کے فضائل ومسائل، ص88 (7) اسلامی مہینوں کے فضائل ومسائل، ص88 (8) اسلامی مہینوں کے فضائل ومسائل، ص88 (9) اسلامی مہینوں کے فضائل ومسائل، ص89 (10) اسلامی مہینوں کے فضائل ومسائل، ص89 (11) اسلامی مہینوں کے فضائل ومسائل، ص89 (12) اسلامی مہینوں کے فضائل ومسائل، ص90 (13) اسلامی مہینوں کے فضائل ومسائل، ص90 (14) اسلامی مہینوں کے فضائل ومسائل، ص90 (15) شعب الایمان، 3/374، حدیث:3812 (16) جامع صغیر، ص311، حدیث:5051 (17) فیضان رمضان، ص342 (18) بہارِ شریعت، 3/643، حصہ:16 (19) فتاویٰ فقیہ ملت، 2/265 (20) بہار شریعت، 3/643، حصہ:16 (21) اسلامی مہینوں کے فضائل ومسائل، ص91 (22) اسلامی مہینوں کے فضائل ومسائل، ص91 (23) اسلامی مہینوں کے فضائل ومسائل، ص92

Go To Index

تہجد اور نفلی روزے

محترمہ بنتِ مصطفیٰ احمد عطاریہ
ناظم آباد، کراچی

جب رات کی خاموشی دنیا پر چھا جاتی ہے اور ہر طرف سکون کی فضا راج کرتی ہے تب ربِّ کریم اپنے بندوں کو اپنی رحمتوں میں ڈوبنے کا موقع عطا فرماتا ہے۔ انہی پر سکون لمحات میں دل کی دنیا جاگتی اور روح تازگی محسوس کرتی ہے۔ یہ وہ وقت ہے جب دنیا کی ہلچل مدھم ہو جاتی ہے، دل کی صدا بلند ہوتی ہے، دعائیں قبول ہوتی ہیں، گناہوں کی معافی کے دروازے کھل جاتے ہیں اور انسان اپنے خالق کے قریب ہو جاتا ہے۔ نمازِ تہجد اسی قربِ الٰہی کو پانے کا حسین ذریعہ ہے۔

اسی طرح اللہ پاک کی رضا اور روحانی ترقی کے لئے نفلی روزے بھی ایک عظیم ذریعہ ہیں۔ یہ روزے انسان کے دل کو پاکیزگی عطا کرتے ہیں، نفس کو قابو میں رکھتے ہیں اور بندے کو اللہ پاک کے قریب کر دیتے ہیں۔ نفلی روزوں کی برکت سے انسان میں صبر، تقویٰ اور قربِ الٰہی کی کیفیات پیدا ہوتی ہیں جو زندگی کو نورانی بنا دیتی ہیں۔ یوں تہجد کی خلوت بھری راتیں اور نفلی روزوں کی بابرکت بھوک انسان کو وہ روحانی سکون عطا کرتی ہے جو دنیا کے کسی ذائقے میں نہیں۔

تہجد کا معنی اور حکم

معنی: تہجد عربی لفظ "هَجَدَ" سے ہے جس کے معنی ہے: رات میں نماز پڑھنا۔ اصطلاح میں رات میں سونے کے بعد بیدار ہو کر پڑھی جانے والی نفل نماز کو تہجد کہتے ہیں۔

حکم: شروعِ اسلام میں تہجد کی نماز تمام مسلمانوں پر فرض تھی، پھر امت سے فرضیت منسوخ ہو گئی لیکن حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے لئے تہجد کی نماز فرض ہی رہی، آپ روزانہ 6 فرض نمازیں ادا فرماتے تھے جن میں تہجد کی نماز بھی شامل تھی۔ اُمت کے لئے یہ نماز سنتِ مستحبہ ہے، اس کو ترک کرنے والا اگرچہ فضلِ کبیر و خیرِ کثیر سے محروم ہے مگر گناہگار نہیں۔[1]

تہجد کے فضائل

- نوافل میں سب سے افضل اور اللہ پاک کے نزدیک سب سے محبوب نماز "نمازِ تہجد" ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا خاص شعار تھا۔ آپ اس کی اتنی پابندی فرماتے کہ آپ کے قدم مبارک سوج جاتے۔ اللہ پاک نے خود اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو تہجد کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: وَمِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ (پ15، بنی اسرائیل:79) ترجمہ: اور رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھو یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے۔ قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو ایسے مقام پر فائز فرمائے گا کہ جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

چند فرامینِ مصطفیٰ

- رات میں قیام کو اپنے اوپر لازم کر لو کہ یہ اگلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور تمہارے کریم رب کی طرف قربت کا ذریعہ اور گناہوں کو مٹانے والا اور گناہ سے روکنے والا ہے۔[2]
- قیامت کے دن لوگ ایک میدان میں جمع کیے جائیں گے، اس وقت پکارنے والا پکارے گا: کہاں ہیں وہ جن کی کروٹیں خواب گاہوں سے جدا ہوتی تھیں؟ وہ لوگ کھڑے ہوں گے اور تھوڑے ہوں گے یہ جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے پھر اور لوگوں کے لئے حساب کا حکم ہو گا۔[3]
- جنت میں

Go To Index

ایک بالا خانہ ہے کہ باہر کا اندر سے دکھائی دیتا ہے اور اندر کا باہر سے۔ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! وہ کس کے لیے ہے؟ ارشاد فرمایا: اس کے لئے جو اچھی بات کرے، کھانا کھلائے اور رات میں قیام کرے جب لوگ سوتے ہوں۔[4]

ان فرامینِ مصطفےٰ سے واضح ہوتا ہے کہ نمازِ تہجد اللہ پاک کے نزدیک نہایت محبوب عبادت ہے اور بندے کو نہ صرف اس کی قربت عطا کرتی ہے بلکہ گناہوں سے پاک بھی کرتی ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس سنہری موقع کو ضائع نہ کرے، اپنی راتیں اللہ پاک کی عبادت میں گزارے اور تہجد کو اپنی زندگی کا معمول بنائے۔ یہ صرف نفل عبادت نہیں، بلکہ اللہ پاک کی محبت، قربت اور روحانی سکون کا ذریعہ ہے۔ آج سے ہی دل میں نیت کیجیے کہ ان شاء اللہ رات کے کچھ لمحات اپنی روحانی تربیت، اللہ پاک کے قرب اور تہجد کی برکتوں سے بھرپور فائدہ حاصل کرنے کے لئے وقف کریں گی۔

نفلی روزوں کے فضائل

ماہ جمادی الاُخریٰ، رجب اور شعبان رحمت و مغفرت کے خاص مہینے ہیں جن میں عبادت اور نیک اعمال کا ثواب بڑھ جاتا ہے۔ ان مہینوں میں روزے رکھنے کا بھی بڑا اجر ملتا ہے۔ یوں تو روزہ ایسی عبادت اور نیک عمل ہے کہ جب تک شریعت منع نہ کرے کسی بھی دن رکھا جا سکتا ہے مگر خاص طور پر ان مہینوں اور ان دنوں میں روزوں کا خاص اہتمام کرنا چاہئے جن میں روزہ رکھنے کی خصوصی ترغیب اور فضیلت احادیثِ مبارکہ میں بیان کی گئی ہو۔ جیسا کہ حرمت والے مہینے کہ ان میں روزے رکھنے کی ترغیب اور فضیلت بیان کی گئی ہے۔ روایتوں میں ہے کہ حضرت عُروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبدُاللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم رجب شریف میں روزہ رکھتے تھے؟ ارشاد فرمایا: ہاں۔ اور اسے اہمیت بھی دیتے تھے۔[5] مشہور تابعی بزرگ حضرت ابو قِلابہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رجب کے روزہ داروں کے لئے جنت میں ایک محل ہے۔[6]

اسی طرح شعبان شریف میں رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا معمول تھا کہ آپ پورے شعبان کے روزے رکھا کرتے تھے اور فرماتے کہ اپنی استطاعت کے مطابق عمل کرو کہ اللہ پاک اس وقت تک اپنا فضل نہیں روکتا جب تک تم اُکتا نہ جاؤ۔[7] اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو ماہِ شعبان میں روزے رکھنا تمام مہینوں سے زیادہ پسندیدہ تھا کہ اس میں روزے رکھا کرتے، پھر اسے رَمضان سے ملا دیتے۔[8]

امیرِ اہلِ سنت حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ عاشقانِ رسول کو نمازِ تہجد کی ادائیگی اور نفلی روزے رکھنے پر خصوصی زور دیتے ہیں۔ خاص طور پر آپ ماہِ رجب، شعبان اور رمضان میں عاشقانِ رسول کو تہجد اور نفلی روزوں کی ادائیگی کی ترغیب دینے کے لئے مختلف تحریکیں اور مہمات چلاتے ہیں تاکہ ہر مسلمان رات کے پُرسکون لمحات میں اللہ پاک کی یاد، دعاؤں اور استغفار کے ذریعے اپنی زندگی کو منور کر سکے۔ آپ کی ترغیب پر پچھلے سال رجب شریف 1446ھ میں 98 ہزار 357 اسلامی بہنوں نے نفل روزے رکھنے کی سعادت پائی تھی۔

اس بار بھی امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ کی جانب سے تہجد و روزے رکھنے کی ترغیب دلائی جا رہی ہے۔ آپ بھی نیت کیجئے اور جتنا ممکن ہو سکے تہجد و نفل روزوں کی بہاریں لوٹیے۔ اللہ پاک آپ کو یہ بہاریں مکے مدینے میں بھی لوٹنا نصیب فرمائے۔ اٰمین بجاہِ النّبیِّ الامین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

(1) فتاویٰ رضویہ، 7/400 (2) ترمذی، 5/323، حدیث: 3560 (3) شعب الایمان، 3/169، حدیث: 3244 (4) مستدرک، 1/631، حدیث: 1240 (5) کنز العمال، 4/301، جزء: 8، حدیث: 24596 (6) شعب الایمان، 3/368، حدیث: 3802 (7) بخاری، 1/648، حدیث: 1970 (8) ابو داود، 2/476، حدیث: 2431

حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اللہ پاک سے محبت

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ دو مضمون 43 ویں تحریری مقابلے سے منتخب کرکے ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیش کئے جارہے ہیں۔)

(فرسٹ پوزیشن) محترمہ بنتِ اسلم
(دورۃ الحدیث، فیضانِ رضا سرجانی ٹاؤن کراچی)

محبتِ الٰہی انسان کے ایمان کا سب سے بلند درجہ ہے۔ اگر اس محبت کی کامل مثال تلاش کی جائے تو وہ صرف اور صرف ہمارے پیارے آقا، حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں ملتی ہے۔ جس طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ذات، صفات اور اخلاق میں کامل ہیں، اسی طرح آپ کی اللہ پاک سے محبت بھی اپنے کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔

حضور کی پوری زندگی اللہ پاک کی رضا اور محبت میں ڈوبی ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ آپ کی یہ محبت بچپن ہی سے ظاہر تھی۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب حضور اپنے قدموں پر چلنے کے قابل ہوئے تو باہر نکل کر بچوں کو کھیلتا ہوا دیکھتے، مگر خود کھیل میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ جب لڑکے آپ کو کھیلنے کے لئے بلاتے تو آپ نہایت سنجیدگی سے فرماتے: میں کھیلنے کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔[1] یہ الفاظ اس بات کا ثبوت ہیں کہ آپ بچپن ہی سے اللہ پاک کی پہچان اور محبت میں ڈوبے ہوئے تھے۔

جب حضور جوانی کی عمر میں پہنچے تو آپ کی ذاتِ اقدس میں ایک عظیم انقلاب ظاہر ہوا۔ آپ خلوت پسند ہو گئے اور غارِ حرا کی تنہائیوں میں اللہ پاک کی عبادت میں مشغول رہنے لگے۔ آپ دن رات غور و فکر میں رہتے، کائنات کے مناظر پر تدبر کرتے اور اپنی قوم کے بگڑے ہوئے حالات کی اصلاح کی فکر میں رہتے۔[2] آپ کے دل میں اللہ پاک کی عظمت، محبت اور قرب کی بے مثال تڑپ پیدا ہو گئی تھی، اسی شوق نے آپ کو زیادہ عبادت، دعا اور یادِ خدا میں مشغول رکھا۔

یہ اللہ پاک کی محبت ہی تھی جس نے حضور کو دنیاوی مشاغل سے ہٹا کر خالقِ حقیقی کے قریب کر دیا۔ غارِ حرا کی خاموش راتوں میں آپ کی عبادت بندے کے اپنے رب سے عشق کا نہایت حسین منظر پیش کرتی تھی۔ انہی تنہائیوں میں آپ اللہ پاک کی عظمت پر غور فرماتے، اسی کے ذکر میں دل لگاتے اور اسی سے التجائیں کرتے۔ یہی وہ مبارک لمحات تھے جن میں اللہ پاک نے اپنے محبوب کو اپنے خاص قرب سے مشرف فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم رات بھر عبادت میں کھڑے رہتے یہاں تک کہ آپ کے قدم مبارک سوج جاتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسولَ اللہ! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ جبکہ اللہ پاک نے آپ کے سبب آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرما دیئے؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا میں اللہ پاک کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟[3] یہ الفاظ آپ کی محبتِ الٰہی کا سب سے اعلیٰ مظہر ہیں۔

Go To Index

آپ کی عبادت، ذکر اور دعا میں عشق اور شکر کے رنگ نمایاں تھے۔ دنیا کی کوئی چیز آپ کو اللہ پاک کی یاد سے غافل نہیں کرتی تھی۔ حضور کی محبت ہم سب کے لئے بہترین مثال ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم بھی اپنی زندگی کو اللہ پاک کی رضا اور اطاعت کے رنگ میں رنگ لیں۔ نماز، ذکر اور خدمتِ خلق وہ راستے ہیں جن سے بندہ اپنے رب کا قرب حاصل کرتا ہے۔ اللہ پاک ہمیں بھی حضور کے نقشِ قدم پر چلنا اور سچی محبتِ الٰہی نصیب فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

(سیکنڈ پوزیشن) محترمہ اُختِ فیصل خان
(درجہ: ثانیہ، فیضانِ اُمِّ عطار گلبہار سیالکوٹ)

ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم اللہ پاک سے انتہا درجے کی محبت فرماتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے خود کو اللہ پاک کی صفات کے رنگ میں رنگ کر دنیا کے سامنے کامل اور حسین نمونہ پیش فرمایا۔ حضور کی پوری مبارک زندگی عشقِ الٰہی اور عبادتِ الٰہی میں گزری اور آپ اپنے ربِّ کریم کے تمام احکامات پر کامل پابندی کے ساتھ عمل فرمایا کرتے۔ حضور کی اللہ پاک سے محبت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ آپ حضرت داود علیہ السّلام کی اس دعا کا بہت اہتمام فرماتے: اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور اس کی محبت بھی جو تجھ سے محبت کرتا ہے۔ میں ایسے عمل کی توفیق چاہتا ہوں جو مجھے تیری محبت تک پہنچادے۔ اے اللہ پاک! اپنی اتنی محبت میرے دل میں بھر دے جو میری اپنی ذات، میرے گھر والوں اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ ہو۔[4]

سبحان اللہ! حضور نے عشقِ الٰہی کے لئے کتنی پیاری اور جامع دعا اپنی دعاؤں میں شامل فرمائی۔ حضور نے اللہ پاک کی محبت حاصل کرنے اور اس پر قائم رہنے کے لئے متعدد دعائیں تعلیم فرمائیں، جو آپ کے قلبِ مبارک میں راسخ عشقِ الٰہی کی گہرائی کو ظاہر کرتی ہیں۔ حضور کے شب و روز اللہ پاک کی عبادت، یاد اور مناجات میں گزرتے تھے۔ دنیا کی ظاہری مصروفیات اور راحتوں سے بے نیاز ہو کر حضور صبح و شام اپنے ربِّ کریم کی عبادت میں مشغول رہتے۔ آپ اللہ پاک کی رضا کے حصول کے لئے اس قدر عبادت فرماتے کہ کبھی کبھی لمبے قیام کی وجہ سے آپ کے مبارک قدم سوج جاتے۔

ایک مرتبہ جب حضور رات بھر کھڑے ہو کر عبادت فرما رہے تھے تو ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسولَ اللہ! آپ ایسا کیوں فرماتے ہیں، جبکہ اللہ پاک نے آپ کے سبب آپ کے اگلوں اور پچھلوں کو معاف فرما دیا ہے؟ اس پر حضور نے انتہائی محبت اور عاجزی کے ساتھ ارشاد فرمایا: اے عائشہ! کیا میں اللہ پاک کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟[5]

جب اللہ پاک کے گھر سے بلاوا آتا تو حضور لبیک کہتے ہوئے فوراً حاضر ہو جاتے۔ بیماری کی حالت میں بھی حضور نماز کو ہرگز ضائع نہ ہونے دیتے تھے۔ ایک مرتبہ گھوڑے سے گر جانے کی وجہ سے جسمِ مبارک کا سیدھا پہلو شدید زخمی ہو گیا اور کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا ممکن نہ رہا، مگر اس کے باوجود آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور باجماعت نماز میں ناغہ نہ فرمایا۔[6]

حضور خوشی میں ہوں یا غم کے عالم میں، سفر میں ہوں یا حضر میں، یہاں تک کہ میدانِ جنگ میں بھی ہوں، ہر حال میں اللہ پاک کی عبادت کرتے اور اپنے ربِّ کریم کی بارگاہ میں انتہائی خشوع کے ساتھ حاضر ہوتے۔

الغرض حضور کے ہر قول و فعل اور ہر عمل سے عشقِ الٰہی و محبتِ الٰہی نظر آتی۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ ہمارے سینے کو پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی محبت میں مدینہ بنائے۔

اٰمین بِجاہِ خاتمِ النّبیین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

---

1 مدارج النبوت، 2/21
2 بخاری، 4/401، حدیث: 6982 ماخوذاً
3 مسلم، ص1160، حدیث: 7126
4 ترمذی، 5/296، حدیث: 3501
5 مسلم، ص1160، حدیث: 7126
6 بخاری، 1/247، حدیث: 689 ملخصاً

سیدہ زینب بنتِ جحش
(تیسری و آخری قسط)

گزشتہ سے پیوستہ ازواجِ انبیا میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ازواجِ مطہرات میں سے سیدہ زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کا ذکرِ خیر جاری ہے۔ اس سلسلے کی آخری قسط پیشِ خدمت ہے:

فرمانِ مصطفےٰ پر عمل سیدہ زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا حضور کے مبارک فرامین پر سختی سے عمل کرتی تھیں۔ چنانچہ حضور نے حجۃ الوداع میں اپنی مقدس بیویوں سے فرمایا: یہ حج اسلام ہے، جو گردن سے ساقط ہو گیا، اس کے بعد تم بوریا کو غنیمت سمجھنا۔ (یعنی بلا ضرورت گھر سے نہ نکلنا) چنانچہ حضور کے وصال کے بعد حضرت سَودَہ اور حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کے علاوہ تمام مقدس بیویاں حج کرنے جاتی تھیں لیکن یہ دونوں حضور کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے نہ نکلیں۔(1)

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ کے بھائی کا انتقال ہوا تو (غالباً تین دن کے بعد) آپ نے خوشبو منگوا کر لگائی اور فرمایا: اللہ پاک کی قسم! مجھے خوشبو کی کوئی حاجت نہیں، مگر میں نے حضور کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ پاک اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی کسی عورت کو یہ جائز نہیں کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے مگر شوہر کا سوگ چار ماہ اور دس دن ہے۔(2)

شوقِ عبادت آپ شب بیدار خاتون تھیں اور خصوصاً رات میں کثرت سے نوافل میں مشغول رہتی تھیں۔ چنانچہ ایک بار حضور مسجدِ نبوی میں داخل ہوئے تو دو ستونوں کے درمیان ایک رسی بندھے ہوئے دیکھی تو پوچھا: یہ رسی کیسی ہے؟ لوگوں نے عرض کی: یہ اُمُّ المومنین حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کی رسی ہے۔ جب (رات کی نماز میں) تھک جاتی ہیں تو اسے تھام لیتی ہیں۔ اس پر حضور نے فرمایا: اس رسی کو کھول دو۔ تم میں سے ہر شخص اپنی تازگی کی مقدار رات کی نماز پڑھے، جب تھک جائے تو بیٹھ جائے۔(3)

مروی احادیث کی تعداد احادیث کی رائج کتب میں آپ سے مروی احادیث کی تعداد 11 ہے جن میں سے 2 مُتَّفَقٌ عَلَیْہ (بخاری و مسلم دونوں میں) اور بقیہ 9 دیگر کتب میں ہیں۔(4)

وصال و تدفین حضور کے پردۂ ظاہری فرمانے کے تقریباً 10 سال بعد 20 ہجری میں زمانۂ خلافتِ فاروقی میں آپ کا وصال ہوا۔ وصال سے پہلے آپ نے وصیت کی کہ میں نے اپنا کفن تیار کر رکھا ہے؛ ممکن ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی کفن بھیجیں، اگر وہ بھیجیں تو کسی ایک کو صدقہ کر دینا اور مجھے قبر میں اتارنے کے بعد اگر میرا پٹکا بھی صدقہ کر سکو تو کر دینا۔ نیز مجھے حضور کی چارپائی پر اٹھایا جائے اور اس پر نعش (جنازے کی چارپائی پر درخت کی ٹہنیوں کو باندھ کر کپڑا ڈال دیا جاتا ہے جس سے جنازہ قبے کی طرح بن جاتا ہے) بنایا جائے۔ چنانچہ آپ کے وصال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خزانے میں سے آپ کے کفن کے لئے چن کر 5 مختلف کپڑے بھیجے، لہٰذا آپ کو انہی کپڑوں کا کفن دیا گیا اور جو کفن آپ نے خود تیار کر رکھا تھا وہ آپ کی بہن حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا نے وصیت کے مطابق صدقہ کر دیا۔(5) اسلام میں سیدہ خاتونِ جنت وہ پہلی خاتون تھیں جن کے جنازے کی چارپائی کو (اس انداز میں) ڈھانپا گیا، ان کے بعد ام المومنین حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کو

Go To Index

یہ شرف حاصل ہوا۔[6] انتقال کے وقت آپ کی عمر مبارک 50 یا 53 سال تھی۔[7]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات کا علم ہوا تو آپ نے حکم دے دیا کہ مدینے کے ہر کوچہ و بازار میں یہ اعلان کر دیا جائے کہ تمام مدینے والے اپنی مقدس ماں کی نمازِ جنازہ کے لئے حاضر ہو جائیں۔[8] حضرت عمر نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور 4 تکبیریں کہیں۔[9]

آپ کے جنازے میں آپ کے نابینا بھائی حضرت ابو احمد بن جحش رضی اللہ عنہ بھی چارپائی اٹھائے روتے جارہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابو احمد! آپ چارپائی سے دور ہو جائیے تاکہ لوگوں کی بھیڑ آپ کو تکلیف میں نہ ڈالے۔ انہوں نے کہا: اے عمر! یہ وہ خاتون ہیں کہ ہمیں ہر بھلائی انہی کے وسیلے سے ملی ہے اور ان کے جنازے کی چارپائی کو اٹھا کر چلنا اس دکھ کی گرمی کو ٹھنڈا کر دے گا جو میں ان کی جدائی کی وجہ سے محسوس کرتا ہوں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پکڑے رکھو، پکڑے رکھو۔[10] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سخت گرمی پڑنے کی وجہ سے آپ کی قبرِ مبارک پر خیمہ لگا دیا تھا۔ یہ پہلا خیمہ تھا جو جنت البقیع میں کسی قبر پر لگایا گیا۔[11]

جب آپ کو دفن کرنے کے لئے قبر کے پاس لایا گیا تو حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر حمد و ثنا کے بعد فرمایا: جب یہ پاک بی بی بیمار ہوئیں تو میں نے حضور کی دیگر مقدس بیویوں کے پاس ایک نمائندے کو یہ پوچھنے کے لئے بھیجا کہ ان کی تیمارداری اور دیکھ بھال کون کرے گا؟ انہوں نے فرمایا: ہم کریں گی۔ تو میں نے جان لیا کہ انہوں نے سچ کہا ہے۔ پھر جب ان کا انتقال ہو گیا تو میں نے نمائندے کو پوچھنے کے لئے بھیجا کہ کون انہیں غسل دے کر خوشبو لگائے گا اور کفن پہنائے گا؟ انہوں نے فرمایا: یہ سب کام ہم کریں گی، تو میں نے جان لیا کہ انہوں نے سچ کہا ہے۔ پھر میں نے ان کی طرف نمائندے کو بھیجا کہ کون ان کی قبر میں اتر سکتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: جسے ان کی حیاتِ ظاہری میں ان کے پاس آنا جائز تھا، تو میں نے جان لیا کہ انہوں نے سچ فرمایا ہے۔ اتنا فرمانے کے بعد آپ نے لوگوں کو ان کی قبرِ مبارک کے قریب سے ہٹا دیا۔[12]

دفن کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اکابر صحابہ کرام اُمُّ المومنین حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کی قبرِ مبارک کے پاؤں کی طرف کھڑے تھے جبکہ ان کے بھائی حضرت ابو احمد بن جحش رضی اللہ عنہ قبر کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر سیدہ زینب کے بھتیجے حضرت عمر بن محمد بن عبد اللہ بن جحش، حضرت عبد اللہ بن ابو احمد بن جحش، سوتیلے بیٹے حضرت اسامہ اور بھانجے حضرت محمد بن طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہم نے قبر میں اتر کر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو قبر میں اتارا۔[13]

آپ نے وراثت میں کوئی درہم و دینار نہیں چھوڑا، کیونکہ جو چیز آپ کے ہاتھ لگتی آپ اسے صدقہ کر دیتی تھیں۔ البتہ صرف ایک مکان چھوڑا تھا جسے مسجدِ نبوی کی توسیع کے وقت آپ کے گھر والوں نے ولید بن عبد الملک کو 50 ہزار دراہم کے بدلے بیچ دیا۔[14]

آپ کے وصال پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہت افسردہ ہوئیں اور فرمایا: ہائے! ایک قابلِ تعریف عورت جو سب کے لئے نفع بخش تھی اور یتیموں اور بوڑھی عورتوں کا دل خوش کرنے والی تھی، آج دنیا سے چلی گئی! میں نے بھلائی، سچائی اور رشتہ داروں کے ساتھ مہربانی کے معاملے میں حضرت زینب سے بڑھ کر کسی عورت کو نہیں دیکھا۔[15]

---

(1) مسند امام احمد، 44/332، حدیث: 26751 (2) بخاری، 1/433، حدیث: 1282 (3) بخاری، 1/390، حدیث: 1150 (4) مدارج النبوت، 2/479 (5) طبقات ابن سعد، 8/86، 87 ملتقطاً (6) اسد الغابہ، 7/244 (7) سیرت رسول عربی، ص 615 (8) مدارج النبوت، 2/478، 479 (9) طبقات ابن سعد، 8/87 (10) مستدرک، 5/31، حدیث: 6847 (11) مستدرک، 5/31، حدیث: 6846 (12) طبقات ابن سعد، 8/87، 88 (13) طبقات ابن سعد، 8/90 (14) مستدرک، 5/31، حدیث: 6848 (15) سیرت مصطفیٰ، ص 673

کیا واقعی ہم کوشش کرتی ہیں؟

محترمہ اُمِّ سلمہ مدنیہ عطاریہ | ملیر کراچی

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے بارے میں منقول ہے کہ ایک روز آپ کسی ضروری کام کے باعث (بغیر حجاب کے) گھر سے نکلیں کہ اچانک ایک نامحرم سامنے آگیا۔ غیر کی نظر نہ پڑے؛اس پاکیزہ جذبہ حیا کے تحت آپ تیزی سے گھر کی طرف پلٹیں، مگر اچانک پاؤں کسی چیز میں الجھ گیا اور آپ گر پڑیں۔ اس گرنے میں آپ کا دستِ مبارک ٹوٹ گیا۔

اس تکلیف دہ حالت میں بھی آپ نے نہ شکوہ کیا، نہ ملال ظاہر کیا، بلکہ بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے اللہ! میں پہلے ہی غریب اور بے سہارا تیرے در کی بندی بن کر زندگی گزار رہی ہوں، اب ہاتھ بھی ٹوٹ گیا۔ پھر بھی میری خواہش صرف تیری رضا ہے۔ کاش! مجھے معلوم ہو جائے کہ تُو مجھ سے راضی ہے یا نہیں؟ ابھی آپ کی التجا پوری نہ ہوئی تھی کہ غیب سے آواز آئی: اے رابعہ! غم نہ کر، کل قیامت کے دن تجھے ایسا بلند رتبہ عطا کیا جائے گا کہ مقرب فرشتے بھی تجھ پر رشک کریں گے۔ یہ بشارت سن کر آپ مسرور و مطمئن ہو گئیں۔[1]

سبحان اللہ! حضرت رابعہ بصریہ کا رضائے الٰہی کے لئے گناہوں سے بچنے کا واقعہ نہایت عبرت خیز اور روح پرور ہے۔ نامحرم کی نظر سے بچنے کے لئے ان کا فوراً پلٹ جانا، حیا کی حفاظت کے لئے تیزی سے دوڑنا، جسمانی تکلیف برداشت کرنا اور اس کے باوجود صرف اللہ پاک کی رضا کی طلب میں ثابت قدم رہنا، یہ سب اس حقیقت کا عملی ثبوت ہے کہ گناہوں سے بچنا اور حیا کو قائم رکھنا ایک سخت اور عظیم جہاد ہے۔

خواتین کو چاہیے کہ حضرت رابعہ بصری کے پاکیزہ طرزِ عمل سے راہ نمائی لیتے ہوئے ہر حال میں گناہوں سے بچنے کی کوشش کریں۔ دنیاوی آسائشوں، مشکلات یا خطرات کی پروا کیے بغیر قدم قدم پر اپنے آپ کو گناہ سے محفوظ رکھنے کی تدبیر کریں۔ یقین رکھیں کہ ایسی مجاہدانہ کوششوں کا صلہ اللہ پاک ضرور عطا فرماتا ہے اور دنیاوی تکالیف کے باوجود آخرت میں بلند مقام مرحمت فرمایا جاتا ہے۔

اس واقعے سے یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ جو خواتین پرہیزگاری کے لئے بھرپور کوشش کرتی ہیں، اللہ پاک ان کے لئے ہدایت کے راستے کھول دیتا ہے۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں ارشادِ باری ہے: وَ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَاؕ-وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ۠(۶۹) (پ21، العنکبوت:69) ترجمہ: اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے اور بیشک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں: علم سیکھنے سے آتا ہے، تَحَمُّل مزاجی بہ تکلُّف برداشت کرنے سے پیدا ہوتی ہے اور جو بھلائی حاصل کرنے کی کوشش کرے، اسے بھلائی دی جاتی ہے اور جو شر سے بچنا چاہتا ہے، اسے بچایا جاتا ہے۔[2]

سبحان اللہ! کیا ہی جامع اور بامعنی حدیثِ مبارک ہے، یوں محسوس ہوتا ہے گویا سمندر کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہو۔ اگر ان مختصر الفاظ کے وسیع تر معانی میں غور کیا جائے تو حقیقت یہی سامنے آتی ہے کہ سارا دار و مدار کوشش پر ہے۔

البتہ! یہ حقیقت پیشِ نظر رہے کہ کوشش وہی معتبر ہے جو واقعی کوشش ہو، نہ کہ صرف زبانی دعویٰ۔ اکثر ہم ارادہ کرتی ہیں اور کبھی نصیحت کرنے والیوں کو بھی یہ کہہ کر مطمئن کر دیتی ہیں کہ میں کوشش کروں گی؛ نماز کی پابندی کروں گی، روزے رکھوں گی، شرعی پردہ اختیار کروں گی، دینی اجتماعات میں شریک ہوا کروں گی، علمِ دین کے لئے جامعۃ المدینہ میں

Go To Index

داخلہ لوں گی وغیرہ۔ لیکن جب عملی زندگی پر نظر ڈالیں تو اکثر ان ارادوں کا کوئی اثر دکھائی نہیں دیتا۔ یعنی یہ ارادے در اصل کوشش نہیں بلکہ صرف خواہش ہوتے ہیں، اور محض خواہش سے کچھ حاصل نہیں ہوتا جب تک عملی جدوجہد شامل نہ ہو۔ اسی حقیقت کی طرف قرآنِ کریم یوں توجہ دلاتا ہے: اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ﴿۲۴﴾ (پ27، النجم:24) ترجمہ: کیا انسان کو ہر وہ چیز حاصل ہے جس کی اس نے تمنا کی؟ اور اسی سورت میں مزید فرمایا: لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾ (پ27، النجم:39) ترجمہ: اور یہ کہ انسان کیلئے وہی ہو گا جس کی اس نے کوشش کی۔ معلوم ہوا! صرف خواہش کوئی فائدہ نہیں دیتی؛ اصل مطلوب کوشش ہے اور کوشش بھی وہ جو جتنی ہونی چاہیے اتنی ہو۔ اسی مضمون کو مزید واضح کرتے ہوئے فرمایا گیا: مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْیَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىٕكَ كَانَ سَعْیُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾ (پ15، بنی اسرائیل:19)

ترجمہ: جو آخرت چاہتا ہے اور اس کیلئے ایسی کوشش کرتا ہے جیسی کرنی چاہیے اور وہ ایمان والا بھی ہو تو یہی وہ لوگ ہیں جن کی کوشش کی قدر کی جائے گی۔

غور کیجئے کہ کتنے ایسے دنیاوی کام ہیں جنہیں آپ کرنے کا ارادہ کریں تو کر ہی لیتی ہیں۔ خود اسکول، کالج و جامعہ جانے یا بچوں کو وقت پر اسکول بھیجنے کے لئے آپ صبح سویرے بیدار ہو ہی جاتی ہیں۔ عید، بقر عید، شادی، بیاہ اور دیگر تقریبات کے لئے کپڑوں، زیورات اور لوازمات کا اہتمام کرنا ہو تو اس کے لئے بھی آپ پوری لگن سے کوشش کرتی ہیں اور آخر کار وہ تیاری مکمل ہو ہی جاتی ہے۔ اسی طرح ذاتی گھر بنانے، شادی کے انتظامات کرنے اور زندگی کے دیگر معاملات میں جو کوشش آپ کرتی ہیں، وہ عموماً نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہے، کیونکہ ان امور کے لئے آپ واقعی وہ محنت کرتی ہیں جو کرنے کا حق ہے۔ لیکن لمحۂ فکریہ یہ ہے کہ کیا آپ اپنے رب کو راضی کرنے کے لئے بھی اسی درجے کی کوشش کرتی ہیں؟ کیا گناہوں سے بچنے اور نیکیوں کو اپنانے کے لئے بھی دل سے محنت کرتی ہیں؟ اپنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی سنتوں پر عمل کے لئے بھی کیا آپ پوری سنجیدگی سے کوشش کرتی ہیں؟ دین کا علم حاصل کرنے کے لئے؛ تاکہ احکامِ شریعت سے واقف ہو کر عمل کر سکیں، کیا آپ نے کبھی ویسی ہی جدوجہد کی ہے جیسی دنیاوی تعلیم کے لئے کرتی ہیں؟ اسلامی پردے پر قائم رہنے کے لئے کیا آپ کوئی عملی کوشش کرتی ہیں؟ موبائل فون اور دیگر آلات پر گناہوں بھرے مواد سے خود کو بچانے کے لئے کیا کبھی حقیقی کوشش کی ہے؟

اللہ پاک نے کوشش کرنے والیوں کو راہ دکھانے کی خوش خبری تو عطا فرمائی ہے، لیکن ساتھ ہی کما حقہ کوشش کرنے کی تاکید بھی فرمائی ہے۔ لہٰذا آپ کو چاہیے کہ جس طرح آپ دنیاوی معاملات سنوارنے کے لئے کوشش کرتی ہیں، اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر کوشش اپنی آخرت بنانے کے لئے بھی کریں، کیونکہ بالآخر دنیاوی زندگی ختم ہو جانے والی اور آخرت کی زندگی ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ لہٰذا یہ بات ہمیشہ یاد رکھے کہ دنیا کی کامیابی عارضی اور آخرت کی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ اگر آپ اپنے دل میں پختہ نیت کر لیں تو اللہ پاک آپ کی ہر نیکی کی راہ آسان فرما دے گا۔ بس ضرورت یہ ہے کہ آپ سچی تڑپ کے ساتھ قدم بڑھائیں اور اللہ پاک پر کامل بھروسا رکھیں۔ جو عورت اپنے رب کی رضا کے لئے کوشش کرتی، گناہوں سے بچتی، نیکی کی طرف بڑھتی اور حضور کی سنتوں کو اپنانے کا عزم رکھتی ہے، اللہ پاک اس کی ہر کوشش کو دیکھتا ہے اور اس کا بہترین بدلہ بھی عطا فرماتا ہے۔ آخرت کو سنوارنے کی کوشش آج ہی سے شروع کیجئے، کیونکہ کل کا کوئی بھروسا نہیں۔ اللہ پاک ہمیں اپنی راہ میں کما حقہ کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری کوشش قبول فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 تذکرۃ الاولیاء، 1/ 65، 66 ملخصاً
2 تاریخِ ابن عساکر، 18/ 99، رقم:4200

Go To Index

شرح قصیدہ معراجیہ (قسط 8)

محترمہ بنت اشرف مدنیہ عطاریہ
ڈبل ایم اے (اردو، مطالعہ پاکستان)
گوجرہ منڈی بہاؤالدین

30

یہ جوششِ نور کا اثر تھا کہ آبِ گوہر کمر کمر تھا
صفائے راہ سے پھسل پھسل کر ستارے قدموں پہ لوٹتے تھے

مشکل الفاظ کے معانی **جوشش:** تیزی۔ **آبِ گوہر:** موتیوں کا پانی۔ **صفائے راہ:** راہ کی صفائی۔

مفہوم شعر نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی نورانیت میں جب جوش پیدا ہوا تو موتی پگھلنے لگے یہاں تک کہ ان کی پشت تک پانی آپہنچا اور راستے اس قدر صاف وشفاف تھے کہ ستارے اس پر پاؤں رکھتے تو پھسل پھسل کر حضور کے قدموں میں لوٹنے لگتے۔

شرح اندازِ رضا پہ قربان جایئے! امامِ اہلِ سنت فرماتے ہیں: جب حضور کو معراج کی سعادت نصیب ہوئی تو آپ کے چہرۂ مبارک کے نور کی تاب کوئی چیز نہ لاسکی آسمان کو تپ چڑھ گئی تو جنت کے موتی آپ کے مبارک حسن کی تاب نہ لاتے ہوئے پگھلنے لگے اور پگھل پگھل کر نور کا پانی ان کی پشت تک آپہنچا۔ نیز حضور کی آمد کی خوشی میں راستوں کو اتنا صاف اور شفاف کیا گیا کہ ستارے پھسلنے لگے اور پھسل پھسل کر آپ کے قدموں میں قربان ہونے لگے۔

31

بڑھا یہ لہرا کے بحرِ وحدت کہ دھل گیا نامِ ریگِ کثرت
فلک کے ٹیلوں کی کیا حقیقت یہ عرش و کرسی دو بلبلے تھے

مشکل الفاظ کے معانی **بحرِ وحدت:** توحید کا سمندر۔ **ریگِ کثرت:** ریت کے بے شمار ذرے۔

مفہوم شعر وحدت کا سمندر جب بڑے جوش کے ساتھ آگے بڑھا تو ریت کے ذروں کا نام ونشان بھی مٹ گیا اور اس منظر کے سامنے بلند وبالا آسمان کی کیا حقیقت تھی یہاں پر تو عرش و کرسی بھی دو بلبلوں کی مانند تھے۔

شرح معراج کی رات اللہ پاک نے حضور کو اپنے دیدار کے لئے طلب فرمایا تو بحرِ وحدت میں ایک ایسی موج اٹھی، اس کی تجلیاں ایسے آگے بڑھیں کہ ریت کے سارے ذرے دھل گئے، ان کا نام ونشان بھی نہ رہا، جیسا کہ جب پانی کی موج آتی ہے تو ساری ریت بہالے جاتی ہے، یا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اس موج کے سامنے عالمِ امکاں ریت کے ذروں کی طرح فنا ہو گیا جیسے ریت کے ذرے سمندر کی موج سے فنا ہو جاتے ہیں اور اس منظر کے سامنے آسمان کی بھی کیا حقیقت تھی یہاں تو عرش وکرسی بھی دو بلبلوں کی مانند نظر آرہے تھے قرآن نے اس منظر کو یوں بیان فرمایا ہے: ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰىۙ(۸) فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰىۚ(۹) (پ27، النجم:9) ترجمہ: پھر وہ جلوہ قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہو گیا تو دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔

یعنی اللہ کریم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اپنے قرب کی نعمت سے نوازا۔[1] اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ پاک اپنے لطف ورحمت کے ساتھ اپنے حبیب سے قریب ہوا اور اس قرب میں زیادتی فرمائی۔ اس کی تائید صحیح بخاری کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں حضور نے ارشاد فرمایا: اور جبار رب العزت قریب ہوا۔[2]

32

وہ ظلِ رحمت وہ رخ کے جلوے کہ تارے چھپتے نہ کھلنے پاتے
سنہری زربفت اودی اطلس یہ تھان سب دھوپ چھاؤں کے تھے

مشکل الفاظ کے معانی **ظلِ رحمت:** رحمت کا سایہ۔ **رخ:** چہرہ۔

Go To Index

زربفت، اودی اور اطلس: عمدہ قسم کے قیمتی کپڑے۔

مفہومِ شعر حضور کے نور کی تجلی اور رُخِ انور کے جلووں کی چمک دمک کے سامنے تارے چھپ رہے تھے نہ کھل پا رہے تھے، ستاروں کی یہ آنکھ مچولی دھوپ چھاؤں کا ایسا منظر پیش کر رہی تھی گویا عمدہ قیمتی کپڑوں کے تھان بچھے ہوں۔

شرح حضور کے چہرے کی چمک اور نور کی تجلی کے آگے ستارے چمکنا چاہتے تھے مگر ان کی روشنی ماند پڑ جاتی تھی، وہ کُھل کے چمک نہیں پا رہے تھے اور ان کے کبھی چمکنے اور کبھی ماند پڑنے سے ایسا منظر بن رہا تھا گویا سنہری زربفت یا اودی اطلس کے تھان بچھے ہوئے ہوں، یہ دونوں قیمتی چمکیلے کپڑے ہیں، ان میں سونے، چاندی اور ریشم کے تار ہوتے ہیں جن کی وجہ سے ان میں چمک پیدا ہوتی ہے، ایسے کپڑے کو جب ہلائیں تو یہ کبھی چمکتے اور کبھی ماند ہوتے دکھائی دیں گے جیسا کہ دھوپ چھاؤں کا منظر ہو، یہاں بھی اسی وجہ سے تشبیہ دی گئی ہے کہ رخِ والضحیٰ کے سامنے ستاروں کے یوں چھپنے اور کھلنے سے دھوپ چھاؤں کا ایسا منظر بن رہا تھا کہ گویا زربفت اور اطلس کے پورے پورے تھان بچھا دیئے گئے ہوں۔

حضور کا چہرہ مبارک تو ٹھنڈی چھاؤں سے بھی زیادہ اُنس و تسکین والا تھا اتنا سکون ٹھنڈی چھاؤں میں کہاں جو حضور کے چہرہ انور کو دیکھ کے نصیب ہوتا، خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہیں حضور کی زیارت نصیب ہوئی حضور کا چہرہ مبارک چاند سے بھی زیادہ حسین تھا۔ حضرت جابر فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے حضور کو چاندنی رات میں دیکھا، میں کبھی چاند کی طرف دیکھتا اور کبھی حضور کے چہرۂ انور کو دیکھتا تو مجھے آپ کا چہرہ چاند سے بھی زیادہ خوبصورت نظر آتا تھا۔(3)

33

چلا وہ سرو چماں خراماں نہ رک سکا سدرہ سے بھی داماں
پلک جھپکتی رہی وہ کب کے سب این و آں سے گزر چکے تھے

مشکل الفاظ کے معانی: **سروِ چماں:** باغ کا ایک درخت جو سب سے لمبا اور سیدھے قد والا ہوتا ہے۔ یہاں اس سے مراد قد مبارک ہے۔ **خراماں:** آہستہ / ناز و انداز سے چلنا۔ **سدرہ:** بیری کا درخت مراد سدرۃ المنتہیٰ۔ **داماں:** دامن۔ **این و آں:** یہ اور وہ، اشارۂ قریب وبعید۔

مفہومِ شعر سرو کی طرح قد و قامت رکھنے والے حضور جب آہستہ آہستہ ناز سے عرش کی طرف چلے تو سدرہ پہ بھی نہ رکے، بلکہ پلک جھپکنے میں تمام منزلیں طے کر لیں۔

شرح سرو قد والے محبوب ناز و انداز سے چلتے ہوئے سدرہ پر بھی نہ رکے، بلکہ جبریل رکے تو حضور نے فرمایا: اے جبریل! مجھ سے الگ نہ ہو، عرض کی: اے میرے آقا! ہماری رسائی بس ایک معلوم مقام تک ہے۔ اگر میں انگلی کے ایک پورے برابر بھی مزید قریب ہوا تو جل جاؤں گا۔(4) الغرض حضور نے پلک جھپکنے کی دیر میں تمام منزلیں طے کر لیں اور سدرۃ المنتہیٰ جہاں پہ فرشتے آپ کے دیدار کے لئے جمع تھے حضور بغیر رکے وہاں سے بھی آگے تشریف لے گئے۔

سرو کا درخت اپنے قد و قامت کی وجہ سے مشہور ہے جو کہ دراز قد اور سیدھا ہوتا ہے تو یہاں حضور کے قد مبارک کو سرو سے تشبیہ دی گئی۔ حقیقت میں دیکھا جائے تو سرو تو کیا ہے حضور کا قد تو کائنات کی ہر چیز سے اونچا اور بلند ہے۔ امامِ عشق و محبت کیا خوب فرماتے ہیں:

ترا قدِ مبارک گلبنِ رحمت کی ڈالی ہے
اسے بو کر ترے رب نے بنا رحمت کی ڈالی ہے

حضرت عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نور والے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم جب بھی لمبے قد والے آدمیوں کے درمیان چلتے تو آپ ان سے اونچے ہی دکھائی دیتے تھے مگر حیرت کی بات یہ تھی کہ جیسے اُن لمبے قد والوں سے جدا ہوتے تو آپ کا قد مبارک درمیانہ دکھائی دیتا تھا۔(5)

(1) تفسیر خازن، 4/191 (2) بخاری، 4/581، حدیث: 7517 (3) ترمذی، 4/370، حدیث: 9 (4) تاریخ خمیس، 1/311 (5) خصائص کبریٰ، 1/116

Go To Index

63 نیک اعمال
(نیک عمل نمبر 37)

رضائے الٰہی کی خاطر کسی سے محبت کرنا اور دین کی خاطر بھائی چارہ قائم کرنا نہ صرف افضل ترین نیکی ہے بلکہ سب سے خوبصورت اخلاقی عادت بھی ہے۔ ایسے لوگ، جو اللہ پاک کی رضا کے لئے دوسروں سے محبت کرتے ہیں، اللہ پاک کے نزدیک محبوب سمجھے جاتے ہیں اور ان کے دل نفرتوں اور حسد سے پاک وصاف رہتے ہیں۔ اچھے اخلاق کی بدولت معاشرے میں الفت، محبت اور بھائی چارہ قائم ہوتا ہے، جبکہ برے اخلاق اور خود غرضی حسد، دشمنی اور جدائی کو جنم دیتی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو چیز سب سے زیادہ لوگوں کو جنت میں داخل کرے گی وہ خوفِ خدا اور اچھا اخلاق ہے۔[1] ایک اور روایت میں ہے: قیامت کے دن میرے نزدیک سب سے محبوب اور قریب وہ لوگ ہوں گے جن کے اخلاق سب سے اچھے ہیں، جن کے پہلو دوسروں کے لئے نرم ہیں، جو دوسروں سے محبت کرتے ہیں اور جن سے محبت کی جاتی ہے۔[2]

یہی وجہ ہے کہ رضائے الٰہی کے لئے ایک دوسرے سے دوستی رکھنا اور محبت کرنا نہ صرف اچھی عادت ہے بلکہ عبادت کے مترادف ہے۔ جب دو شخص اللہ پاک کی رضا کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں تو اللہ پاک کے نزدیک زیادہ محبوب وہ ہوتا ہے جو اپنے دوست سے زیادہ محبت رکھتا ہے،[3] کیونکہ یہ محبت خالص اور غیر مشروط ہوتی ہے۔ اس طرح کا تعلق نہ صرف دلوں کو نرم کرتا ہے بلکہ معاشرتی رشتوں میں استحکام اور تعاون پیدا کرتا ہے اور دین کی خدمت میں آگے بڑھنے کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے۔

ذاتی دوستیاں اور تنظیمی ترقی

ذاتی دوستیاں اور قریبی تعلقات بلاشبہ زندگی میں سکون اور خوشی کا ذریعہ ہیں، مگر دینی یا تعلیمی اداروں، گروپ یا تنظیمی کاموں میں یہ تعلقات بعض اوقات رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ جب افراد ذاتی تعلقات کی بنیاد پر فیصلے کرتے ہیں یا اپنی پسند ناپسند کو ترجیح دیتے ہیں تو مجموعی ترقی متاثر ہو سکتی ہے۔ چنانچہ کسی بھی تنظیم کے مقاصد کو آگے بڑھانے کے لئے ضروری ہے کہ ہر فرد اپنے ذاتی تعلقات کو ایک طرف رکھ کر کام کے اصولوں اور مقصد کو ترجیح دے۔ اس طرح نہ صرف ادارے کی کارکردگی بہتر ہو گی بلکہ ہر رکن کی شخصیت میں نظم و ضبط، ایمان داری اور پیشہ ورانہ رویہ بھی پروان چڑھے گا۔ لہٰذا اسی بات کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ نے نیک اعمال کے رسالے میں یہ سوال عطا فرما کر درست راہ متعین کرنے کی ترغیب دلائی ہے کہ **کیا آپ کی کسی ایک یا چند سے دنیوی طور پر ذاتی دوستی ہے؟ (ذاتی دوستیاں اور گروپ، تنظیمی کاموں کی ترقی میں عام طور پر رکاوٹ بنتے ہیں۔)**

امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ نے اخلاقیات کے تزکیہ اور معاشرتی حُسنِ سلوک کے لئے یہ نیک عمل عطا فرمایا اور اُمتِ محمدیہ پر احسان عظیم کیا۔ کہا جاتا ہے کہ رضائے الٰہی کے لئے بھائی چارہ قائم کرنے والے جب ایک شخص کو بلند مقام حاصل ہوتا ہے تو وہ اپنے بھائی کو بھی اسی مقام پر لے آتا ہے۔ اس طرح کا تعلق بالکل اسی طرح مضبوط ہوتا ہے جس

طرح اولاد اور اہلِ خانہ ایک دوسرے کے قریب اور جڑے رہتے ہیں یعنی جب اللہ پاک کی رضا کے لئے بھائی چارہ قائم کیا جائے تو یہ نسبی رشتوں سے کسی طور کم نہیں ہوتا۔ قیامت کے دن اللہ پاک فرمائے گا: میرے جلال کی خاطر آپس میں محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج جبکہ میرے عرش کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں میں انہیں اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرماؤں گا۔[4]

یہ سب فضیلتیں انہیں ملیں گی جو اللہ پاک کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کریں گے۔ لیکن آجکل ہمارے معاشرے میں اکثر دوستی ذاتی مفادات کے لئے کی جاتی ہے، کسی ایک یا چند افراد کے ساتھ۔ ایسے تعلقات کے نتائج اکثر منفی نکلتے ہیں۔ اصل دوستی کا معیار یہ ہونا چاہیے کہ ہر ایک کے ساتھ یکساں محبت اور حسنِ اخلاق ہو۔ تعلقات میں آگے بڑھنے کا جذبہ ہو اور دینی کام اخلاص کے ساتھ کیے جائیں۔ یہی راستہ تنظیمی کاموں کی ترقی اور ادارے کے عروج کا ذریعہ بنتا ہے۔ لیکن موجودہ ماحول میں اکثر دوستی صرف ذاتی مفاد کے لئے ہوتی ہے۔ دوست کے ساتھ وقت گزارنا، غیبت یا چغلی کا موقع دینا اور برائیوں کی طرف مائل کرنا اس کے منفی پہلو ہیں۔

سچا دوست وہ ہوتا ہے جسے دیکھ کر اللہ پاک یاد آئے۔ وہ گناہوں سے نفرت کرنے والا اور نیکی کی رغبت دلانے والا ہو۔ ایسا دوست نہ ہو جو نیکی کے راستے سے ہٹا کر برائی کی طرف لے جائے اور دنیا و آخرت دونوں تباہ کر دے۔

اَلحمدُ لِلّٰہ! ہم دعوتِ اسلامی کے دینی ماحول سے وابستہ ہیں۔ یہاں کا دینی ماحول انسان کو نیک بننے اور بنانے میں مدد دیتا ہے۔ دوست کی ایک اور خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ مصیبت کے وقت ساتھ دینے والا ہو۔ جیسا کہ ایک شخص اپنے دوست کے پاس گیا اور اس کے دروازے کو کھٹکھٹایا، کیونکہ اس پر چار سو درہم قرض تھے۔ دوست نے فوراً وہ رقم نکال کر اس کے حوالے کر دی اور روتا ہوا واپس آیا۔ بیوی نے پوچھا: اگر رقم دینا اتنا بھاری تھا تو دی ہی کیوں؟ اُس نے جواب دیا: میں اس لئے روتا ہوں کہ مجھے اس کا حال اس کے بتائے بغیر معلوم نہ ہو سکا، اسے مجبور ہونا پڑا کہ وہ میرا دروازہ کھٹکھٹائے۔[5] واقعی! سچا دوست وہی ہے جو مصیبت میں ساتھ دے، دل سے مدد کرے اور اخلاص کے ساتھ کام آئے۔

اچھی دوستی جو صرف رضائے الٰہی کے لئے ہو، اس کی بے شمار فضیلتیں ہیں۔ ہمارا آپس کا تعلق ایسا ہونا چاہیے کہ ہر ملاقات، ہر محفل میں محبت صرف اللہ پاک کے لئے ہو۔ ورنہ بری صحبت دین و دنیا دونوں کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔ پیارے آقا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی سنتوں کو ضائع ہونے سے بچانے کے لئے نیک صحبت اپنانا ضروری ہے۔

اچھی دوستی جو صرف رضائے الٰہی کے لئے ہو، اس کی فضیلتیں بے شمار ہیں۔ ہمارا آپس کا تعلق اور باہمی محبت صرف اللہ پاک کے لئے ہو۔ نیک صحبت انسان کو برائیوں سے دور رکھتی ہے اور نیکی کی راہ پر ثابت قدم بناتی ہے، جبکہ بری صحبت دین و دنیا دونوں کے لئے نقصان دہ ہے اور نیکی کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے۔ حضور کی سنتوں کو ضائع ہونے سے بچانے کیلئے نیک دوست کا انتخاب بے حد ضروری ہے، کیونکہ سچا دوست وہ ہے جو مصیبت میں ساتھ دے، نیکی کی طرف راغب کرے اور برائی سے دور رکھے۔ اس نازک دور میں دعوتِ اسلامی کا دینی ماحول اصلاحِ امت کے لئے بہترین پلیٹ فارم ہے، یہاں اسٹوڈنٹس صرف علم نہیں پاتے بلکہ محبت، اخلاص اور صبر کے عملی اسباق بھی سیکھتے ہیں۔ امیر اہلِ سنت کے عطا کردہ سوالات اور نیک اعمال کے رسالے پر عمل کر کے ہم اپنی ذاتی تربیت کو مضبوط بنا سکتی، گناہوں سے نفرت پیدا کر سکتی اور ایمان کی حفاظت میں کامیابی حاصل کر سکتی ہیں۔

---

1 ترمذی، 3/404، حدیث: 2011 2 مکارم الاخلاق للطبرانی، ص314، حدیث: 6 3 معجم اوسط، 2/165، حدیث: 2899 4 مسلم، ص1065، حدیث: 6548 5 احیاء علوم الدین، 3/311

Go To Index

بیٹیوں کو مہمان نوازی کا سلیقہ سکھائیں

اُمِّ میلاد عطاریہ*

اسلامی تہذیب و تمدن میں مہمان نوازی کو ایک عظیم صفت اور نیکی شمار کیا گیا ہے۔ اللہ کے آخری نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمان ہے: جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ مہمان کا اِکرام (عزت) کرے۔(1) یہ تعلیم صرف مَردوں کے لیے نہیں بلکہ خواتین، خصوصاً بیٹیوں کے لیے بھی ہے، کیونکہ وہی مستقبل کی مائیں، معلمات اور معاشرتی ستون بنتی ہیں۔ مہمان نوازی صرف کھانے یا چائے پیش کرنے کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک اخلاقی خوبی، دینی تربیت اور تہذیبی روایت ہے، یہ دل کی وُسعت، حسنِ اَخلاق اور دوسروں کے لیے احترام کا مظہر ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہم اپنی بیٹیوں کے دل میں مہمان نوازی کا جذبہ پیدا کریں۔ وہ خوش اخلاقی سے پیش آئیں، مسکراتے ہوئے سلام کریں، ادب سے بات کریں اور اپنی حیثیت کے مطابق مہمان کی خدمت میں لگ جائیں۔

اپنے عمل سے سکھائیے

جب گھر میں مہمان آئیں، والدہ اور والد ان کے ساتھ حسنِ سلوک کریں تاکہ بیٹی مشاہدہ سے سیکھے۔ ماں باپ کو چاہیے کہ وہ بیٹیوں کو عملی طور پر مہمان نوازی میں شامل کریں، چاہے کسی کے لیے چائے بنانا ہو، دستر خوان لگانا ہو، یا مسکراہٹ کے ساتھ پانی پیش کرنا ہو۔ مہمان کے چھوٹے کاموں کی ذمہ داری دیں تاکہ وہ خدمت کا جذبہ محسوس کرے۔ یاد رہے کہ بیٹی سے صرف خواتین اور محارم کی مہمان نوازی کروائی جائے۔ مہمان غیر محرم ہو تو مہمانوں کے لیے چائے اور دیگر لوازمات کا انتظام کروائیں اور غیرمحرم مہمان کے سامنے جانے سے منع کریں۔ جب بیٹی مہمان نوازی سیکھتی ہے، تو وہ دراصل محبت بانٹنے کا فن سیکھتی ہے یہ خوبی آگے چل کر اُس کی ازدواجی زندگی میں بھی برکت کا سبب بنتی ہے، کیونکہ جو بیٹی اپنے گھر میں مہمانوں کی خدمت کرنا جانتی ہے، وہ کل کو اپنے سسرال میں بھی عزت و محبت کی مثال بن جاتی ہے۔ جب بیٹی مہمان کے ساتھ حسنِ سلوک کرے، اس کی تعریف کریں تاکہ وہ اس عمل کو پسند کرے اور اسے دہرانا چاہے۔

مہمان نوازی اور روحانی تربیت

بیٹیوں کو یہ سمجھانا ضروری ہے کہ مہمان نوازی صرف

* نگرانِ عالمی مجلس مشاورت (دعوتِ اسلامی)

دنیاوی فائدہ نہیں بلکہ آخرت میں بھی اجر کا باعث ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو ابُو الضِّیفان (یعنی بہت مہمان نواز) کہا جاتا ہے۔ آپ بہت مہمان نواز تھے، آپ کی عادتِ کریمہ تھی کہ اکیلے کھانا نہیں کھاتے تھے، مہمان آتا، اس کے ساتھ بیٹھ کر ہی کھانا کھاتے، اگر کبھی مہمان نہ آتا تو خُود باہر جا کر کسی کو ڈھونڈتے، مہمان کو ساتھ لاتے اور اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔ مہمان نوازی کو دلچسپ بنائیں جب بیٹیوں میں مہمان نوازی کا شوق پیدا ہوتا ہے تو وہ نہ صرف گھر بلکہ معاشرے میں بھی محبت، عزت اور حسنِ سلوک کی مثال بنتی ہیں۔ ایسی ہی بیٹیوں کا گھرانا مستقبل میں بہترین تربیت گاہ ثابت ہوتا ہے جو اپنی اولاد و زیرِ تربیت بچیوں کو یہی اقدار سکھاتی ہیں، یوں ایک باوقار اور بااخلاق نسل پروان چڑھتی ہے۔ یہ رویہ نہ صرف دینی اجر کا باعث ہے بلکہ اخلاقی تربیت اور معاشرتی وقار کا نشان بھی ہے۔ یاد رکھیے! مہمان نوازی صرف ایک عمل نہیں، بلکہ ایک کردار ہے۔ مہمان نوازی تعلقات کو مضبوط بناتی ہے، معاشرے میں محبت اور بھائی چارہ کو فروغ دیتی ہے، اور مثبت ماحول پیدا کرتی ہے۔ مہمان کو اللہ کی رحمت سمجھ کر اس کا استقبال کریں۔

مہمان نوازی کو فضیلت سمجھیں

مہمان نوازی کو سعادت اور فضیلت سمجھیں، نہ کہ بوجھ۔ نبیِّ پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمان ہے جب کوئی مہمان کسی کے یہاں آتا ہے تو اپنا رزق لے کر آتا ہے اور جب اس کے یہاں سے جاتا ہے تو صاحبِ خانہ کے گناہ بخشے جانے کا سبب ہوتا ہے۔[2] امام نَوَوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مہمان نوازی کرنا آدابِ اسلام اور انبیاو صالحین کی سنّت ہے۔[3]

مہمان نوازی کی تیاری کریں

گھر کو صاف ستھرا رکھیں تاکہ مہمان آنے پر آپ کو کوئی فکر نہ ہو۔ ایک مہمان نواز میزبان ہونے کے لیے پہلے سے تیاری ضروری ہے۔

خلوصِ نیت کا اظہار کریں

مہمانوں سے مسکرا کر ملیں، ان کی ضروریات اور آرام کا خیال رکھیں۔ مہمان آئے تو اپنے کاموں میں مصروف رہنے کے بجائے اس کو ٹائم دیں، اس کے ساتھ بات چیت کریں کہ اس سے دوستانہ اور پُر لطف ماحول بنتا ہے۔ لیکن یاد رہے مہمان ہو یا کوئی بھی، جھوٹ، غیبت اور گناہوں بھری گفتگو سے ہمیشہ بچیں۔

مہمان کے سامنے کھانا پیش کرنے کے آداب

1 کھانا حاضر کرنے میں جلدی کی جائے 2 کھانے میں اگر پھل بھی ہوں تو پہلے پھل پیش کئے جائیں کیونکہ طبّی لحاظ (Medical Point of View) سے پھل پہلے کھانا زیادہ مُوافق ہے 3 مختلف اقسام کے کھانے ہوں تو حتی الامکان سب کھانے اکٹھے پیش کیے جائیں 4 جب تک کہ مہمان کھانے سے ہاتھ نہ روک لے تب تک دستر خوان نہ اُٹھایا جائے 5 مہمانوں کے سامنے اتنا کھانا رکھا جائے جو انہیں کافی ہو کیونکہ کفایت سے کم کھانا رکھنا مُرَوَّت کے خلاف ہے اور ضَرورت سے زیادہ رکھنا بناوٹ و دِکھلاوا ہے۔[4] اللہ پاک ہمیں میزبانی اور مہمانی کے آداب کا خیال رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

(1) بخاری، 4/105، حدیث: 6019 (2) کشف الخفاء، 2/33، حدیث: 1641 (3) شرح النووی علی المسلم، 2/18 (4) احیاء العلوم، 2/22 تا 23 ملخصاً۔

Go To Index

BAD HABITS

بری عادتیں (قسط17)

محترمہ بنتِ افضل مدنیہ عطاریہ لاہور

علمِ دین کے حصول میں حائل رکاوٹوں کا سلسلہ جاری ہے، ذیل میں بیان کردہ دو باتیں بھی اسی سلسلے کی کڑی ہیں:

مہنگائی کا بہانہ

دینی مدارس وہ پاکیزہ اور روشن مراکزِ علم ہیں جہاں قرآن و سنت کی تعلیم کے زیرِ سایہ امت کے لئے راہ نما، مبلغات اور راسخ العقیدہ عالمات تیار ہوتی ہیں۔ یہ وہ مبارک ادارے ہیں جن کی بدولت دینِ اسلام کی روشنی صدیوں سے قائم ہے اور آج بھی قلوب و اذہان کو منور کر رہی ہے۔ مگر افسوس کہ ایسے عظیم مقصد کے باوجود بعض دینی اسٹوڈنٹس مہنگائی اور مالی مشکلات کو بہانہ بنا کر تعلیم میں کوتاہی کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ موجودہ دور میں جب عزیمت، استقامت اور دینی خدمت کی ضرورت سب سے زیادہ ہے، اس وقت یہ بے توجہی نہ صرف علمی نقصان کا سبب ہے بلکہ روحانی کمزوری اور جذبۂ طلبِ علم میں کمی کی علامت بھی ہے۔

یہ حقیقت اپنی جگہ تسلیم شدہ ہے کہ آج مہنگائی عام ہو چکی ہے، ضروریاتِ زندگی کے نرخ کئی گنا بڑھ چکے ہیں اور آمدن کے ذرائع محدود ہو گئے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا مہنگائی نے ایمان کی مضبوطی، ارادے کی پختگی، توکّل کی کیفیت اور شوقِ علم کی حرارت کو بھی مہنگا کر دیا ہے؟

جب ایسے اسٹوڈنٹس سے سبق میں کوتاہی، عدمِ دلچسپی یا تعلیم چھوڑنے کی وجہ پوچھی جائے تو عموماً جواب ملتا ہے: حالات خراب ہیں، مہنگائی بڑھ گئی ہے، کتابیں نہیں خرید سکتے، اس لئے پڑھائی جاری رکھنا ممکن نہیں۔ بے شک مہنگائی ایک حقیقی مسئلہ ہے، مگر اسے علم چھوڑنے کا جواز بنانا درست نہیں۔ تاریخِ اسلام گواہ ہے کہ بے شمار عالمات و طالبات نے شدید غربت، فاقہ کشی، مشقت اور تنگ دستی کے باوجود علم کی شمع روشن رکھی۔ انہوں نے کبھی حالات کو عذر نہیں بنایا، بلکہ صبر، شوق اور توکل کے ساتھ علم حاصل کیا۔ یہی وہ روشن مثالیں ہیں جو بتاتی ہیں کہ استقامت رکھنے والا طالبِ علم مشکل سے نہیں ٹوٹتا بلکہ مشکل سے مضبوط ہوتا ہے۔

قرآن و سنت کی روشنی میں

اللہ پاک فرماتا ہے: وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًاۙ(۲) وَّ یَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُؕ (پ28، الطلاق:2، 3) ترجمہ: اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے نکلنے کا راستہ بنا دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ ہو۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: جو علم کی تلاش میں کسی راستے پر چلے اللہ پاک اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے۔[1]

دینی علم کے راستے میں مشکلات آنا کوئی نئی بات نہیں۔ ہمیشہ سے محنت، صبر اور آزمائش اس سفر کا حصہ رہے ہیں۔ مگر جس دل میں ایمان اور یقین ہو وہ رکاوٹوں سے نہیں رکتا، بلکہ ہر مشکل کو پہلا قدم بناتا ہے۔

موجودہ دور کے مسائل

آج کے زمانے میں ایک کمزوری نمایاں ہو گئی ہے کہ بہت سے دینی اسٹوڈنٹس دنیاوی سہولتوں کے اتنے عادی ہو چکے ہیں کہ ذرا سی کمی پر حوصلہ بیٹھ جاتا ہے۔ کھانا پسند کا نہ ہو تو مزاج بگڑ جاتا ہے، موبائل نہ ہو تو پڑھائی میں دل نہیں لگتا، جیب خرچ کم ہو تو مایوسی چھا جاتی ہے اور اگر کتابیں یا یونیفارم

مہنگے ہوں تو فوراً یہ جملہ زبان پر آ جاتا ہے: مہنگائی بہت ہے، پڑھائی مشکل ہے! حالانکہ یہ سوچ زیادہ تر حوصلے کی کمی کی علامت ہوتی ہے، نہ کہ حقیقی مجبوری۔

ایسے طلبہ وطالبات کو چاہیے کہ اپنے نفس کو مضبوط بنائیں۔ مہنگائی ہے تو صبر کریں، مالی کمی ہے تو دعا اور محنت کا سہارا لیں اور اگر کوئی ظاہری مددگار نہیں تو اللہ پاک کی مدد پر بھروسا کریں۔ وہی حقیقی مددگار ہے۔

سچے طالبِ علم کا معیار

سچے دینی طلبہ وطالبات اپنا مقصد دنیا سے نہیں جوڑتے بلکہ اللہ پاک کی رضا سے جوڑتے ہیں۔ انہیں معلوم ہوتا ہے کہ

- غربت وقتی ہے، مگر علم دائمی سرمایہ ہے۔
- دنیاوی آسائشیں عارضی ہیں، مگر علمِ دین ایک دائمی نور ہے۔
- جو اللہ پاک کے لئے قربانی دیتا ہے، اللہ پاک اسے بے حساب عطا فرماتا ہے۔

علمِ دین عبادتِ عظیم ہے اور عبادت میں آزمائش آ ہی جاتی ہے۔ کامیاب وہ ہے جو ان آزمائشوں میں ثابت قدم رہے۔ مہنگائی ایک وقتی رکاوٹ ہے، مگر علمِ دین وہ خزانہ ہے جسے پانے والے کو اللہ پاک دنیا وآخرت دونوں میں کامیابی عطا فرماتا ہے۔

مہنگائی کا مقابلہ کرنے کے عملی طریقے

قناعت اپنائیے کم پر خوش رہنا سب سے بڑی دولت ہے۔

محنت اور خودداری چھوٹے موٹے کام کر کے تعلیم جاری رکھنا عار نہیں۔

دعائیں اور توکل اللہ پاک کے حضور رزق و آسانی کی دعا کرتے رہیے۔

تعاون کا نظام اسٹوڈنٹس آپس میں تعاون کریں، ڈریسز، بکس اور نوٹس شیئر کریں۔

شکر گزاری جو میسر ہو، اسی پر شکر ادا کیجئے۔

لہٰذا ضروری ہے کہ دینی اسٹوڈنٹس مہنگائی کو بہانہ بنانے کے بجائے محنت، صبر، قناعت اور توکل کو اپنا زادِ راہ بنائیں۔ جو علم اللہ پاک کے لئے حاصل کرتا ہے، اس کے لئے اللہ پاک خود راستے آسان فرما دیتا ہے۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ ہمارے دینی طلبہ وطالبات کے لئے طلبِ علم کی تمام رکاوٹیں دور فرمائے، انہیں صبر، قناعت اور استقامت عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

کلاس روم میں کھانے پینے کے نقصانات

دینی ادارے در اصل وہ مقدس تربیت گاہیں ہیں جہاں اسٹوڈنٹس علمِ نبوت کے وارث بننے کی تیاری کرتے ہیں۔ یہاں صرف کتابیں نہیں پڑھائی جاتیں بلکہ ادب، وقار اور روحانیت سے بھرپور ماحول میں کردار سازی بھی کی جاتی ہے۔ ایسی پاکیزہ فضا میں معمولی سی بے احتیاطی بھی دینی آداب کے منافی سمجھی جاتی ہے۔ انہی آداب میں سے ایک اہم ادب یہ بھی ہے کہ کلاس روم میں کھانے پینے سے پرہیز کیا جائے، کیونکہ اس کے نہ صرف تعلیمی بلکہ اخلاقی اور روحانی نقصانات بھی ہوتے ہیں۔

علمی نقصان

کلاس روم علم حاصل کرنے کی جگہ ہے، نہ کہ کھانے پینے کا مقام۔ جب اسٹوڈنٹس کھانے میں مشغول ہو جاتے ہیں تو ان کی توجہ سبق سے ہٹ جاتی ہے، دماغ علمی گفتگو کی بجائے خواہشات کو پورا کرنے میں مشغول ہو جاتا ہے اور ٹیچرز کے الفاظ دل ودماغ میں اترنے کے بجائے محض پسِ منظر کی آواز بن جاتے ہیں۔ یوں قیمتی علمی اوقات ضائع ہو جاتے ہیں، جو دوبارہ حاصل نہیں کیے جا سکتے۔

روحانی نقصان

دینی تعلیم محض الفاظ کا علم نہیں بلکہ نورِ علم ہے۔ جب انسان بے ادبی یا غفلت کے ساتھ علم حاصل کرتا ہے تو دل کی

Go To Index

نورانیت متاثر ہوتی ہے، برکتیں کم ہو جاتی ہیں اور وہ روحانی اثر حاصل نہیں ہوتا جو اخلاص، احترام اور ادب کے ساتھ علم حاصل کرنے سے ملتا ہے۔ ایسے میں علم صرف یادداشت تک محدود رہ جاتا ہے اور دل و دماغ پر اس کا حقیقی اثر نہیں پڑتا۔ اس کے علاوہ ادب اور احترام کی کمی سے استاد اور ماحول کی برکتیں بھی متاثر ہوتی ہیں اور طلبہ میں روحانی شوق و لگن کمزور ہو جاتی ہے۔ لہٰذا علم حاصل کرنے کے دوران ادب، توجہ اور خلوص کو ہر حال میں ملحوظ رکھنا ضروری ہے تاکہ علمی اور روحانی دونوں فوائد یکجا حاصل ہوں۔

ادارے کے وقار کو نقصان

دینی ادارے کا ماحول عام دنیوی اداروں سے ممتاز اور پاکیزہ ہوتا ہے۔ اگر وہاں کھانے پینے کی آزادی ہو جائے تو ماحول میں سنجیدگی اور روحانیت کمزور ہو جاتی ہے۔ اس کا اثر نہ صرف ذاتی رویے پر پڑتا ہے بلکہ دیگر اسٹوڈنٹس بھی بے ادبی اور لاپروائی کی طرف مائل ہو سکتے ہیں۔ مزید برآں آنے والے مہمان اور زائرین پر یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ یہ ادارہ نظم و ضبط اور ادب سے خالی ہے۔ یوں ایک فرد کی لاپروائی پورے ادارے کی ساکھ اور وقار پر منفی اثر ڈال سکتی ہے اور ادارے کی تقدس بھری فضا متاثر ہو جاتی ہے۔

ٹیچرز کے احترام میں کمی

جب ٹیچرز سبق پڑھا رہے ہوں اور اسٹوڈنٹس کھانے میں مشغول ہوں تو یہ نہ صرف بے ادبی ہے بلکہ ٹیچرز کے علم اور مقام کی توہین کے مترادف بھی ہے۔ ادب اور احترام کے بغیر علم کا حقیقی فیض حاصل نہیں ہوتا، کیونکہ شاگرد کے دل میں ادب نہ ہو تو استاد کے الفاظ دل و دماغ میں اثر نہیں چھوڑ پاتے۔ اسی لئے کلاس روم میں ادب اور ٹیچرز کے احترام کو اولین ترجیح دینا نہایت ضروری ہے۔

کلاس روم میں کھانے سے صفائی و صحت کے مسائل

کلاس روم میں کھانے کے دوران ٹکڑے، ریزے اور چھینٹے فرش یا قالین پر گر جاتے ہیں، جس سے چیونٹیاں، کیڑے مکوڑے اور بدبو پیدا ہو سکتی ہے۔ یہ نہ صرف دیگر اسٹوڈنٹس کے لئے تکلیف دہ ہے بلکہ صحت کے مسائل کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ اسلام میں صفائی ستھرائی پر خصوصی زور دیا گیا ہے، لہٰذا گندگی اور بے ترتیبی نہ صرف جسمانی بلکہ روحانی ماحول کو بھی متاثر کرتی ہے۔

وقت کا ضیاع

سبق کے دوران یا اس کے آغاز و اختتام پر کھانے پینے میں لگنے والا وقت اگرچہ معمولی لگتا ہے، مگر روزانہ کے معمولات میں جمع ہو کر قیمتی مطالعے کا وقت ضائع کر دیتا ہے۔ اس سے نظم و ضبط متاثر ہوتا ہے اور اسٹوڈنٹس میں سستی اور بے وقت عادات پیدا ہو جاتی ہیں۔

نفسیاتی اثرات

جب کچھ اسٹوڈنٹس کھاتے ہیں اور کچھ نہیں، تو دوسروں کے دل میں احساسِ محرومی پیدا ہو سکتا ہے۔ اس سے اجتماعی ماحول میں عدم یکسانیت اور بے اطمینانی جنم لیتی ہے۔ یوں دینی جماعت کے لئے ضروری اتحاد متاثر ہوتا ہے۔

کلاس روم کی اہمیت اور ادب

کلاس روم عبادت گاہ کی مانند ہے، جہاں علمِ دین کے جواہر بانٹے جاتے ہیں۔ ایسے مقام پر کھانے پینے سے نہ صرف علمی برکت کم ہوتی ہے بلکہ روحانی وقار بھی متاثر ہوتا ہے۔ دینی اسٹوڈنٹس کے شایانِ شان یہی ہے کہ وہ درس کے وقت ادب، خاموشی اور یکسوئی کے ساتھ بیٹھیں۔ کھانے پینے کا وقت مخصوص وقفے میں اور مخصوص جگہ پر ہونا چاہیے تاکہ علم کا احترام قائم رہے اور نظم و ضبط بھی برقرار رہے۔

اللہ کریم سے دعا ہے کہ ہمیں اور خاص طور پر ہمارے دینی اسٹوڈنٹس کو ادب، وقار اور نظم و ضبط نصیب فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

[1] مسلم، ص1110، حدیث:6853

Go To Index

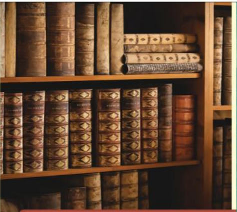

دَارُالْاِفْتَاء اَہلِسُنَّت

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مَدَنی*

دارالافتاء اہلِ سنّت (دعوتِ اسلامی) مسلمانوں کی شرعی راہنمائی میں مصروفِ عمل ہے، تحریری، زبانی، فون اور دیگر ذرائع سے ملک و بیرونِ ملک سے ہزارہا مسلمان شرعی مسائل دریافت کرتے ہیں، جن میں سے پانچ منتخب فتاویٰ ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں۔

1 بحالتِ روزہ ناک میں دوا ڈالنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے غلطی سے روزہ کی حالت میں ناک میں دوائی ڈال لی یعنی مجھے یہ معلوم تھا کہ میں روزہ سے ہوں لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اس صورت میں میرے لئے کیا حکم ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں جب روزہ ہونا یاد تھا، اس کے باوجود ناک میں دوا ڈالی اگرچہ غلطی سے ڈالی ہو، تو اس صورت میں روزہ ٹوٹ گیا، اس روزہ کی قضا لازم ہو گی البتہ پوچھی گئی صورت میں کفارہ لازم نہیں آئے گا۔ لہٰذا رمضان کا مہینا گزرنے کے بعد اس روزے کی قضا کرنا آپ کے ذمہ پر لازم ہو گا۔ (بدائع الصنائع، 2/204 ملتقطاً- تنویر الابصار و در مختار، 3/432 تا 439- فتح باب العنایہ، 1/570- بہار شریعت، 1/987)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

2 روزہ اور غسلِ جنابت میں تاخیر کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے غسل فرض ہونے کی حالت میں روزہ رکھا اور عصر کے بعد غسل کیا، تو کیا اُس کا وہ روزہ ادا ہو گیا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حکمِ شرع ذہن نشین رہے کہ جس شخص پر غُسل لازم ہو اُسے چاہیے کہ نہانے میں تاخیر نہ کرے اور اگر غسل کرنے میں اتنی دیر کر دی کہ نماز کا آخری وقت آ گیا، تو اب فوراً نہانا فرض ہے کہ اب تاخیر کی صورت میں گنہگار ہو گا، لہٰذا پوچھی گئی صورت میں اگر اُس شخص نے بلاوجہ شرعی غسل میں اتنی تاخیر کی کہ معاذ اللہ نمازیں قضا ہوئیں تو اس صورت میں وہ شخص سخت گنہگار ہوا، اس گناہ سے توبہ کرنا اور نمازوں کی قضا کرنا اُس کے ذمے پر لازم ہے۔ البتہ اُس شخص کے روزے کا آغاز اگرچہ حالت ناپاکی میں ہوا، لیکن اس سے روزے پر فرق نہیں پڑتا۔ (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، 2/293- الجوھرۃ النیرۃ، 1/139- بہارِ شریعت، 1/325، 326)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

3 مستحق زکوٰۃ کو بطورِ قرض زکوٰۃ دینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ زید نے مستحق زکوٰۃ شخص بکر کو قرض کہہ کر زکوٰۃ کی رقم دی جبکہ دیتے وقت اس کے دل میں نیت زکوٰۃ کی ادائیگی کی تھی تو کیا زید کی زکوٰۃ ادا ہو گئی؟ نیز اگر کچھ عرصہ بعد بکر قرض کی واپسی کے ارادے سے زید کی دی ہوئی رقم زید کو لوٹانا چاہے

* محققِ اہلِ سنّت، دار الافتاء اہلِ سنّت نورالعرفان، کھارادر کراچی

اور زید کو اس وقت پیسوں کی حاجت بھی ہو تو کیا زید کا اس رقم کو لینا جائز ہے؟ کیونکہ بکر نے تو رقم قرض سمجھ کر ہی لی تھی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں زید کی زکوٰۃ ادا ہو گئی، لیکن زید کا وہی رقم بعد میں بکر سے واپس وصول کر لینا شرعاً جائز نہیں۔

اس مسئلے کی تفصیل کچھ یہ ہے کہ زکوٰۃ دیتے وقت یا زکوٰۃ کے لئے رقم علیحدہ کرتے وقت اگر دل میں زکوٰۃ کی نیت موجود ہو تو مستحق زکوٰۃ شخص کو یہ بتانا ضروری نہیں کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے بلکہ اس صورت میں قرض کہہ کر بھی زکوٰۃ دی جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی کہ شرعاً دینے والے کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے، اب لینے والا کس نیت سے لے رہا ہے شرعاً اس کا اعتبار نہیں۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ شرعی فقیر قرض سمجھ کر بعد میں وہ رقم لوٹانے آئے تو اب زکوٰۃ میں دی گئی رقم کا واپس لینا جائز نہیں ہو گا کہ زکوٰۃ سے مراد محض اللہ عزوجل کی رضا کے لیے شریعت کی جانب سے مقرر کردہ مال کو اپنا ہر قسم کا نفع ختم کر کے مستحقِ زکوٰۃ کو اُس مال کا مالک بنا دینا ہے، واضح ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں زید کا بکر سے وہی رقم واپس وصول کر لینا شرعاً جائز نہیں۔ (مجمع الانھر، 1/290-الفتاوی الھندیہ، 1/171-فتاوی رضویہ، 10/67)

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

4 مقدارِ نصاب سے کم سونے پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فی زمانہ سونے کی قیمت بہت زیادہ بڑھ چکی ہے۔ ایک تولہ سونے کی قیمت بھی ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت سے تجاوز کر چکی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر زید کے پاس ساڑھے سات تولے سے کم صرف سونا ہی ہو، کسی قسم کا دوسرا مال زکوٰۃ یعنی چاندی، نقد رقم، پرائز بانڈز اور مال تجارت نہ ہو، اور اس سونے کی قیمت اتنی بڑھ جائے کہ اس سے ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس سے زیادہ بآسانی خریدی جا سکتی ہو، تو کیا اب زید پر زکوٰۃ لازم ہو گی؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں زید پر زکوٰۃ لازم نہیں ہو گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس سونا ہو، لیکن اس کے ساتھ کوئی اور مال زکوٰۃ یعنی چاندی، نقد رقم، پرائز بانڈز اور مال تجارت نہ ہو، تو اب سونے کا نصاب اس کے وزن (ساڑھے سات تولے) کے حساب سے ہی شمار کیا جاتا ہے، قیمت کے اعتبار سے اس کا نصاب نہیں لیا جاتا۔ اگر سونا ساڑھے سات تولے ہو گا، تو ہی زکوٰۃ لازم ہو گی۔ ساڑھے سات تولے سے کم پر زکوٰۃ لازم نہیں ہو گی۔ (بدائع الصنائع، 2/107-الدر المختار مع رد المحتار، 3/278-بہار شریعت، 1/902-وقار الفتاوی، 2/384)

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

5 کیا واجب الادا مہر نصابِ زکوٰۃ میں شمار ہو گا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے پاس اتنی رقم ہے کہ میں صاحب نصاب ہو جاتا ہوں لیکن میں نے اپنی زوجہ کا پچاس ہزار روپے حق مہر غیر معجل دینا ہے اور اگر اس رقم کو نصاب سے تفریق کیا جائے تو میں صاحب نصاب نہیں رہتا۔ اس صورت میں مجھ پر زکوٰۃ لازم ہو گی یا نہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں نصاب سے حق مہر کو منہا نہیں کیا جائے گا۔ لہٰذا آپ اس پچاس ہزار کو بھی نصاب میں شامل کریں گے۔ شامل کرنے کی صورت میں چونکہ آپ صاحب نصاب بن جاتے ہیں، اس لیے آپ پر زکوٰۃ لازم ہے۔ (البحر الرائق، 2/357-فتاوی ہندیہ، 1/173-فتاوی رضویہ، 10/143-بہار شریعت، 1/879)

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی*

1 شوہر حق مہر کی معافی قبول نہ کرے تو وہ بدستور لازم رہتا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بیوی اپنے شوہر کو حق مہر میں ادا کی جانے والی رقم معاف کر دے، مگر شوہر انکار کر دے اور کہے کہ جب رقم آئے گی تو میں حق مہر ضرور ادا کروں گا؟ تو کیا اس صورت میں شرعاً شوہر پر حق مہر کا ادا کرنا لازم رہے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت اپنی رضامندی و خوشی سے اپنا حق مہر معاف کر دے تو وہ معاف ہو جاتا ہے بشرطیکہ شوہر نے انکار نہ کیا ہو، لہٰذا پوچھی گئی صورت میں شوہر چونکہ حق مہر کی معافی سے انکار کر رہا ہے، تو اس صورت میں حق مہر معاف نہیں ہو گا بلکہ شوہر کے ذمے اُس کی ادائیگی لازم رہے گی۔ (ردالمحتار مع الدر المختار، 4/240 ملتقطاً-البحر الرائق شرح کنزالدقائق، 3/161-بہارِ شریعت، 2/68)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

2 عورت جمعہ والے دن بھی نمازِ ظہر ہی ادا کرے گی؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت جمعہ کے دن ظہر پڑھے گی یا جمعہ کی نماز ادا کرے گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت جمعہ والے دن بھی نمازِ ظہر ہی ادا کرے گی کہ جمعہ فرض ہونے کی چند شرائط ہیں انہی میں سے ایک شرط مرد ہونا بھی ہے، لہٰذا عورت پر جمعہ فرض نہیں۔ البتہ یہ مسئلہ ذہن نشین رہے کہ اگر کسی عورت نے جمعہ ادا کر لیا تو اُس پر سے نمازِ ظہر ساقط ہو جائے گی۔ (تنویر الابصار مع الدر المختار، 3/30-32 ملتقطاً-بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، 1/285 ملتقطاً-نورالایضاح وشرحہ مراقی الفلاح، ص269-بہارِ شریعت، 1/770، 771 ملتقطاً)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

3 مدتِ رضاعت میں عورت کا دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ڈیڑھ سالہ بچہ اپنی چچی کی بیٹی کا فیڈر پی لے، جس میں چچی نے اپنا دودھ نکال کر ڈالا ہو اُس میں کوئی اور دودھ مکس نہ ہو، تو کیا یہ دودھ پی لینے سے یہ دونوں بچے آپس میں رضاعی بھائی بہن بن جائیں گے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! پوچھی گئی صورت میں یہ دونوں بچے رضاعی بھائی بہن کہلائیں گے کہ مدتِ رضاعت میں عورت کا دودھ خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ کسی بھی طریقے سے بچے کے پیٹ تک پہنچ جائے تو حرمتِ رضاعت ثابت ہو جاتی ہے، وہ عورت بچے کی رضاعی ماں کہلاتی ہے اور اُس عورت کی جتنی اولاد ہے وہ دودھ پینے والے کے بھائی بہن ہیں۔

یہاں تک تو پوچھے گئے سوال کا جواب تھا البتہ یہ مسئلہ ذہن نشین رہے کہ اگر کسی نے فیڈر میں عام دودھ کے ساتھ عورت کا دودھ ملا دیا تو اب اگر عورت کا دودھ زیادہ ہو یا دونوں دودھ برابر ہوں تو حرمتِ رضاعت ثابت ہو جائے گی، اور اگر عورت کا دودھ کم ہو اور عام دودھ زیادہ ہو تو حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہو گی۔

(تحفۃ الفقہاء، 2/282-البحر الرائق شرح کنزالدقائق، 3/246-بہارِ شریعت، 2/39)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

* محققِ اہلِ سنّت، دار الافتاء اہلِ سنّت نورالعرفان، کھارادر کراچی

Go To Index

میت کی رسومات (قسط 7)

محترمہ بنتِ منصور مدنیہ عطاریہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز ای ون جوہر ٹاؤن لاہور

غسلِ میت کی رسومات مکمل ہو چکی ہیں، اب کفن دفن وغیرہ کے متعلق معاملات و رسومات ملاحظہ فرمائیے:

حدیثِ پاک میں ہے: اپنے مُردوں کو اچھا کفن دو کہ وہ اپنی قبروں میں آپس میں ملاقات کرتے اور (اچھے کفن پر) فخر کرتے ہیں۔[1] عورت کے کفن کے متعلق بہارِ شریعت میں ہے کہ کفن اچھا ہونا چاہیے کہ عورت جیسے کپڑے پہن کر میکے جاتی تھی اس قیمت کا ہونا چاہئے۔[2] یعنی جان چھڑانے والا انداز نہ ہو بلکہ توجہ کے ساتھ اسے کفن دیا جائے۔

سفید رنگ کے کفن کو ضروری سمجھنا ہمارے معاشرے میں عام رواج ہے کہ میت کو سفید کفن دیا جائے۔ احادیثِ طیبہ میں بھی سفید کپڑوں کا کفن دینے کی ترغیب دی گئی ہے اور افضل بھی یہی ہے۔ البتہ! اگر سفید کے علاوہ کسی اور رنگ کا کفن دے دیا تو یہ بھی جائز ہے، بشرطیکہ وہ رنگ ایسا نہ ہو جو دنیا میں مرد کو پہننا جائز نہیں۔ جہاں سفید رنگ معروف ہو، وہاں اہلِ علاقہ کے رواج کے برعکس کسی اور رنگ کا کفن دینا مکروہ ہے۔[3] بہارِ شریعت میں یہ بھی ذکر ہے کہ جو کپڑا زندگی میں پہن سکتے ہیں، اسی کا کفن دیا جا سکتا ہے۔[4]

کفن کا بچا ہوا کپڑا استعمال نہ کرنا بعض علاقوں میں یہ غلط رواج پایا جاتا ہے کہ میت کے کفن کا بچا ہوا کپڑا منحوس سمجھ کر پھینک دیا جاتا ہے، حالانکہ ایسا کرنا شرعاً درست نہیں۔ اگر کپڑا قابلِ استعمال ہو تو اسے کسی بھی جائز مصرف میں استعمال کیا جا سکتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ صرف کفن سے متعلق ہونے کی وجہ سے اسے برا شگون سمجھ لینا اور پھینک دینا ناجائز اور اسراف ہے۔ پھر اگر کفن میت کے مال سے خریدا گیا ہو تو بچا ہوا کپڑا ترکہ میں شمار ہو گا اور اگر کسی نے اپنی ذاتی رقم سے خریدا ہو تو وہ اسی کی ملکیت رہے گا اور اس کی اجازت سے کہیں بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ کفن کا بچا ہوا کپڑا بھی عام کپڑوں ہی کی طرح ہے، لہٰذا اسے ضائع کرنا ہرگز درست نہیں۔[5]

کفن کے کپڑے کو سینا بعض جگہ کفن میں ضرورت پڑنے پر بھی سلائی لگانا معیوب سمجھا جاتا ہے، یہاں تک کہ اگر کپڑا چوڑائی میں کم ہو تو بھی سلائی سے اجتناب کیا جاتا ہے۔ یہ طرزِ عمل درست نہیں۔ اگرچہ بلا ضرورت کفن میں سلائی نہ کرنا بہتر ہے، لیکن جب ضرورت ہو تو کفن کے کپڑے کو ہاتھ سے یا سلائی مشین سے سینا شرعاً بالکل جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔[6]

اپنی زندگی میں کفن تیار رکھنا بعض افراد اپنی زندگی ہی میں اپنا کفن خرید کر محفوظ رکھ لیتے ہیں جس میں کوئی حرج نہیں، جیسا کہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: کفن پہلے سے تیار رکھنے میں حرج نہیں۔[7] اس عمل کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ یہ موت کی یاد دلاتا ہے اور موت کی یاد آخرت کی تیاری کی طرف لے جانے والی ہے۔ حدیثِ مبارک میں بھی موت کو کثرت سے یاد کرنے اور آخرت کی تیاری کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔[8]

شادی شدہ عورت کا کفن میکے سے ہونا بعض علاقوں میں یہ رواج پایا جاتا ہے کہ شادی شدہ عورت کا انتقال ہو جائے تو اس کا کفن میکے کی طرف سے لایا جاتا ہے اور اس پر خاص زور بھی دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ اگر ایسا نہ کیا جائے تو اعتراضات کیے جاتے ہیں۔ حالانکہ شرعاً حکم یہ ہے کہ اگر شادی شدہ عورت کا انتقال ہو

اور اس کا شوہر زندہ ہو تو بیوی کا کفن شوہر پر واجب ہے، چاہے عورت نے اپنا مال چھوڑا ہو۔ اگر شوہر زندہ نہ ہو تو عورت کے ترکے سے کفن دیا جائے گا، اور اگر ترکہ نہ ہو تو وہ شخص ذمہ دار ہو گا جس پر اس کی کفالت لازم تھی۔ اور اگر ایسا بھی کوئی نہ ہو تو جس جس مسلمان تک خبر پہنچے، ان پر اس کا کفن دینا لازم ہو جاتا ہے۔[9]

کفن میں اضافی چیزیں رکھنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: عورت کے لئے پانچ (سنت کپڑوں) کے سوا کفنی میں کوئی اور تہبند یا رومال دینا بدعت و ممنوع ہے۔ سرمہ، کنگھی اگر فقیر کو بطورِ صدقہ دیں تو حرج نہیں اور کفن میں رکھنا حرام ہے۔[10]

کفن میں شلوار پہنانا بعض جگہ عورت کے کفن میں سلی ہوئی شلوار پہنانے کا رواج پایا جاتا ہے اور اسے لازمی سمجھا جاتا ہے، یہاں تک کہ منع کرنے پر گھر کی بڑی خواتین بحث و تکرار پر اتر آتی ہیں۔ یہ صحیح نہیں، کیونکہ کفن کے کپڑے کو زندگی کے لباس پر قیاس کیا گیا ہے۔ زندگی میں شلوار چلنے پھرنے کی وجہ سے ستر کی مضبوط حفاظت کے لئے ضروری ہوتی ہے، جبکہ موت کے بعد ایسی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ لہٰذا سلی ہوئی شلوار کو کفن کا ضروری حصہ سمجھنا شرعاً درست نہیں ہے۔[11]

کفن میں احرام کی چادر تبرکاً استعمال کرنا بعض خواتین حج و عمرہ کے احرام کی چادریں سنبھال رکھتی ہیں اور وصیت کرتی ہیں کہ ان کے کفن میں ان میں سے ایک چادر ضرور شامل کی جائے۔ یہ عمل شرعاً جائز ہے، چاہے اس احرام میں متعدد حج و عمرے ادا کیے گئے ہوں۔ البتہ! اگر چادر میلی ہو چکی ہو تو اسے دھو کر صاف کر لینا چاہیے، کیونکہ ستھرا اور پاکیزہ کفن رکھنا پسندیدہ عمل ہے۔[12]

آبِ زم زم کا دھلا ہوا کفن سفرِ حرمین کے دوران بہت سی خواتین پہلے سے کفن خرید کر لے جاتی ہیں اور وہاں اسے آبِ زمزم میں بھگو کر لاتی ہیں۔ یہ عمل اچھا ہے، اس طرح کفن مکہ و مدینہ پاک کی نسبت اور برکت سے مشرف ہو جاتا ہے۔ البتہ! نچوڑتے وقت یہ احتیاط ضروری ہے کہ آبِ زمزم کا کوئی قطرہ نالی میں ضائع نہ ہو، بلکہ اسے کسی پودے میں ڈال دینا چاہیے۔[13] کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وقت کی کمی کے باعث کفن کو بھگو تو دیا جاتا ہے مگر اسے خشک نہیں کیا جاتا، بلکہ گیلا ہی شاپر میں بند کر کے لایا جاتا ہے۔ پھر یہ برسوں رکھا رہتا ہے اور اس پر دھبے پڑ جاتے ہیں، جو استعمال کے وقت ناخوشگوار محسوس ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں کفن کو دھو کر صاف کر لینا چاہیے، کیونکہ کفن کا پاکیزہ اور ستھرا ہونا پسندیدہ ہے۔

احرام والی عورت کا کفن میں منہ نہ ڈھانپنا حج یا عمرہ میں کوئی حالتِ احرام میں وفات پا جائے تو عام عورتوں کی طرح حالتِ احرام میں اس عورت کا بھی منہ اور سر کفن سے چھپایا جائے گا اور اس کو خوشبو بھی لگائیں گے۔[14]

غسلِ میت کی جگہ چالیس دن لائٹ نہ جلانا بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ میت کے غسل کی جگہ چالیس روز تک لائٹ نہیں جلائی جاتی، حالانکہ اس کی کوئی شرعی اصل نہیں۔ اندھیرا رکھنے سے گھر والے، خصوصاً بچے خوف اور بے چینی محسوس کر سکتے ہیں، لہٰذا وہاں بلب جلانا بالکل جائز ہے۔ اگر بچوں کو رات میں واش روم جاتے ہوئے ڈر لگے تو پوری رات لائٹ روشن رکھنا بھی درست ہے۔ البتہ! بلا وجہ مسلسل لائٹ جلائے رکھنا اسراف ہے، اس سے بچنا چاہیے۔[15]

کفن پر مقدس تحریرات لکھنا کفن پر کلمہ طیبہ، دعا یا عہد نامہ وغیرہ لکھنا جائز اور مستحب ہے، بہتر یہ ہے کہ شہادت کی انگلی سے بغیر روشنائی کے لکھا جائے۔[16] اس کے علاوہ کچھ مقدس تحریرات بھی میت کو عذابِ قبر اور سوالِ نکیرین سے محفوظ رکھنے کے لئے کفن میں رکھی جاتی ہیں۔ ان کی تفصیل جاننے کے لئے مکتبۃ المدینہ کی کتاب ***تجہیز و تکفین کا طریقہ*** صفحات 105 تا 107 ملاحظہ کیجئے۔

کفن میں تبرک رکھنا یہ جائز و مستحسن ہے۔ اُمِّ عطیہ انصاریہ

Go To Index

رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جس وقت حضور کی صاحبزادی کا انتقال ہوا تو آپ نے بعدِ غسل اپنا تہبند مبارک عنایت کر کے فرمایا: اس کے بدن سے متصل رکھو۔[17]

عورت کے کفن پر پھول ڈالنا غسل و کفن کے بعد میت پر پھول کی پتیاں یا چادر ڈالنا جائز ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: پھولوں کی چادر بالائے کفن ڈالنے میں شرعاً اصلاً حرج نہیں بلکہ نیتِ حسن سے یہ حسن ہے جیسے قبور پر پھول ڈالنا۔[18] البتہ اگر نیت صرف زینت کی ہو تو یہ مکروہ ہے۔[19]

عورتوں کا جنازے میں شرکت کرنا اور قبرستان جانا صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانا، ناجائز و ممنوع ہے۔[20] عورتوں کے لیے بعض علما نے زیارتِ قبور کو جائز بتایا، دُرِّ مختار میں یہی قول اختیار کیا، مگر عزیزوں کی قبور پر جائیں گی تو جزع و فزع کریں گی، لہٰذا ممنوع ہے[21]

ایصال ثواب اپنے کسی نیک عمل کا ثواب کسی دوسرے مسلمان کو پہنچانا ایصالِ ثواب کہلاتا ہے۔ شریعتِ مطہرہ میں اپنے کسی بھی نیک عمل کا ثواب کسی فوت شدہ یا زندہ مسلمان کو ایصال کرنا جائز و مستحسن ہے۔[22] ایصالِ ثواب کا کھانا خود بھی کھا سکتے ہیں اور اپنے عزیز و اقربا و احبّا، اغنیا و فقرا سب کو کھلا سکتے ہیں۔[23]

تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ کا کھانا فوت شدہ مسلمانوں کے ایصالِ ثواب کے لئے عموماً قرآن خوانی، محفلِ ذکر و نعت اور کھانے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اگر یہ اہتمام فوت ہونے کے دوسرے یا تیسرے روز ہو تو تیجہ، دسویں روز دسواں، چالیسویں روز چالیسواں یا چہلم اور سال کے بعد ہو تو برسی کہلاتا ہے۔ ایک دو دن آگے پیچھے بھی ہو جائیں تو دسواں، بیسواں یا چالیسواں ہی کہلاتے ہیں۔[24]

رشتہ دار یا اہلِ محلہ کھانے کی تیاری کرتے ہیں اور جنازے کے بعد اعلان کیا جاتا ہے کہ حاضرین کھا کر جائیں۔ ایامِ سوگ کے پہلے تین دن میں کھانے کی دعوت دینا، چاہے گھر والے دیں یا اہلِ محلہ ناجائز، ممنوع اور بدعتِ سیئہ و قبیحہ ہے کہ دعوت خوشی کے موقع پر ہوتی ہے، موت اس کا محل نہیں، اگر کھانے کا اہتمام ہو تو وہ صرف فقرا کے لئے کھانا جائز ہے۔

سوگ کے تین دن کے بعد کھانے کا اہتمام جائز اور مستحب ہے۔ فقرا کے ساتھ اغنیا بھی کھا سکتے ہیں، کیونکہ مقصد میت کے لئے ثواب حاصل کرنا ہے۔ البتہ فقرا کو کھلانے کا ثواب زیادہ ہے اور بہتر یہی ہے کہ ایصالِ ثواب کے لئے فقرا کو ترجیح دی جائے تاکہ مرحوم کو زیادہ ثواب پہنچے۔ چالیسواں یا سالانہ کھانے میں بھی یہی اصول ہے، یعنی فقرا کو ترجیح دینا مستحب ہے اور اگر اغنیا بھی شامل ہوں تو جائز ہے۔

کھانے کا اصل مقصد مرحوم کے لئے نیک اعمال کے ثواب کا حصول اور دینِ اسلام کی تعلیمات کے مطابق عمل کرنا ہے۔ فقرا کو ترجیح دے کر دین کی تعلیمات اور اخلاصِ نیت کے مطابق ثواب وصول کرنا مرحوم کے لئے زیادہ مفید ہے۔ یوں تیجہ، دسواں، چالیسواں اور سالانہ کھانے کا اہتمام میت کے ایصالِ ثواب کے لئے اور دینِ اسلام کے مطابق کرنے سے مرحوم کی روح کے لئے برکت حاصل ہوتی ہے اور اہلِ ایمان کی نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

---

(1) مسند الفردوس، 1/98، حدیث: 318 (2) بہار شریعت، 1/818، حصہ: 4 ملتقطاً (3) فتاویٰ اہلسنت غیر مطبوعہ، فتویٰ نمبر: WAT-3124 (4) بہار شریعت، 1/819، حصہ: 4 (5) فتاویٰ اہلسنت غیر مطبوعہ، فتویٰ نمبر: WAT-3074 (6) تجہیز و تکفین کا طریقہ، ص 105 (7) فتاویٰ رضویہ، 9/265 (8) میت کے احکام، ص 70 (9) فتاویٰ اہلسنت غیر مطبوعہ، فتویٰ نمبر: WAT-2633 (10) فتاویٰ رضویہ، 9/608 (11) فتاویٰ اہلسنت غیر مطبوعہ، فتویٰ نمبر: Aqs:1029 (12) میت کے احکام، ص 73 (13) رفیق الحرمین، ص 30 (14) فتاویٰ ہندیہ، 1/161 (15) کیا غسلِ میت والی جگہ لائٹ نہیں جلا سکتے؟، ص 1 (16) میت کے احکام، ص 89 (17) بخاری، 1/425، حدیث: 1253 (18) فتاویٰ رضویہ، 9/135 (19) فتاویٰ رضویہ، 9/137 ماخوذاً (20) بہار شریعت، 1/823، حصہ: 4 (21) ابو داود، 3/294، حدیث: 3236 (22) بنیادی عقائد اور معمولاتِ اہلسنت، ص 95 (23) بنیادی عقائد اور معمولاتِ اہلسنت، ص 98 (24) بنیادی عقائد اور معمولاتِ اہلسنت، ص 97

Go To Index

عطا کیجئے

محترمہ ام انس عطاریہ
رکن انٹرنیشنل افیئرز ڈیپارٹمنٹ

ویسے تو کسی بڑے کا اپنے سے چھوٹے کو کچھ دینا عطا کہلاتا ہے مگر مطلقاً کسی کو بغیر طلب اور بغیر کسی بدلے کے کچھ دینے، بخشش وسخاوت کرنے کو بھی عطا سے تعبیر کیا جاتا ہے، چاہے وہ دی جانے والی چیز مال، علم، وقت، توجہ، حقوق، دعا اور مسکراہٹ ہی کیوں نہ ہو۔ پیارے آقا نے افضل ترین اعمال کے متعلق ارشاد فرمایا: جو تم سے تعلق توڑے اس سے تعلق جوڑو، جو تمہیں محروم کرے اسے عطا کرو اور جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کر دو۔[1] عطا کے پیچھے نیت اور جذبہ ہی اصل قیمت رکھتا ہے، نہ کہ مقدار۔ ایک مسکراہٹ، ایک مشورہ، ایک دعا یا ایک قطرہ پانی بھی عطا میں شامل ہے اگر اس میں اخلاص موجود ہو۔ عطا کرنا ایک ایسا عمل ہے جو انسان کی اعلیٰ ظرفی، دل کی نرمی اور روح کی بلندی کی عکاسی کرتا ہے، عطا کرنے میں رب کی شانِ کریمی کی جھلک اور اس کی محبت کا اثر پایا جاتا ہے۔ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خالص محبت کی ایک علامت کسی کے مانگے بغیر اس کو عطا کرنا بھی ہے۔[2]

عطا کرنے والیوں کے اوصاف: عطا کرنے والیاں باہمت، لوگوں کی پسندیدہ، معاف کرنے وخیال رکھنے والیاں، اللہ سے ڈرنے اور حضور کی اطاعت کرنے والیاں ہوتی ہیں۔ عطا کرنا سعادت مندوں کا کام ہے کہ جسے عطا کرنے کا حوصلہ ملا اسے حسنِ اخلاق کے بہت سارے حصے مل گئے، ارشادِ نبوی ہے: لوگوں کو حُسنِ اخلاق سے زیادہ کوئی اچھی چیز عطا نہیں کی گئی۔[3]

والدین پر عطائیں: عطا کے سب سے پہلے حق دار والدین ہیں، ان کو وقت اور مال عطا کیجئے، وہ بڑھاپے کی وجہ سے چڑچڑے ہو جائیں، بیماریوں سے بیزار ہو کر کبھی آپ پر بڑبڑائیں تب بھی اپنی پیار بھری مسکراہٹ ان کو عطا کیجیے، یہ وہ ہستیاں ہیں جن کے حقوق ادا کرنا ممکن نہیں، کیونکہ انہوں نے اپنی چاہت اور محبت سے ہمیں پالا پوسا۔ لہٰذا ان سے محبت اور احترام کا اظہار کیجئے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: اللہ پاک نے مجھے جو شان و عظمت عطا فرمائی، اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے اپنی والدہ کی بہت خدمت کی ہے۔[4]

اولاد پر عطائیں: بعض خواتین اپنی اولاد کو وہ وقت نہیں دے پاتیں جو ضروری ہوتا ہے، حالانکہ تربیت کا اصل حق ماں کے خصوصی وقت اور توجہ سے ادا ہوتا ہے۔ بچے اگر تنگ کریں تو بھی رویہ نرم رکھیے، کوسنوں کے بجائے دعائیں دیجئے اور غصے پر قابو پایئے۔ اپنی اولاد کو وقت، محبت، شفقت اور ضرورت کے مطابق مال عطا کیجئے۔ اگر وہ کسی پریشانی میں ہوں تو چند تسلی بخش کلمات بھی بڑی عطا ہوتے ہیں۔ اس طرزِ عمل سے آپ اپنے اور بچوں کے دلوں میں مثبت تبدیلی محسوس کریں گی۔ اولاد جوان ہو جائے اور آپ عمر رسیدہ ہوں، تب بھی اپنی عطاؤں کا سلسلہ جاری رکھیے، ان شاء اللہ اس کے ثمرات آپ کی آنکھوں کے سامنے ہوں گے۔

شوہر پر عطائیں: بعض خواتین اپنے شوہر کی شکر گزار نہیں ہوتیں، حالانکہ شوہر کی طرف سے انہیں بے شمار عطائیں ملتی ہیں۔ بیوی کو چاہیے کہ خدمت، محبت اور شکر گزاری کے ذریعے اپنا حصہ ادا کرے، مشکل وقت میں ساتھ دے اور ناگوار رویّے پر صبر کرے۔ آج کل بہت سی خواتین یہ سمجھنے

لگی ہیں کہ صرف شوہر ہی عطا کرے گا، وہی ہر ضرورت پوری کرے گا اور یہ سب اس کی ذمہ داری ہے لہٰذا یہ کوئی احسان نہیں۔ مگر کبھی یہ بھی سوچیں کہ آپ نے اپنے شوہر کو کیا دیا ہے؟سب سے بڑی عطا آپ کا اس کے لئے سکون بن جانا ہے۔ شوہر کو سکون دینے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اُس کے گھر والوں کو خوش رکھیے، خصوصاً اُس کی ماں کی خدمت کیجئے۔ غلط سوچ اور بعض اوقات والدین کی بے جا مداخلت گھروں کو برباد کر دیتی ہے، اسی وجہ سے گزشتہ دو دہائیوں میں طلاقوں کی شرح بہت بڑھ گئی ہے۔ بزرگ فرماتے ہیں: جو عورت شوہر کے در کی نہیں رہتی، وہ در در کی ٹھوکریں کھاتی ہے۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اپنی عطائیں جاری رکھیے، یہی طرزِ عمل زندگی کو خوشگوار بنا دیتا ہے۔

سسرالیوں پر عطائیں: بعض خواتین صرف میکے والوں کے ساتھ خوش رہتی ہیں، جبکہ نند، جیٹھانی، دیورانی اور ساس انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتیں۔ یہی رویّہ گھروں میں زیادہ تر خرابیوں کی جڑ بنتا ہے۔ اگر انداز بدل لیا جائے تو بہت سی مشکلات خود بخود حل ہو سکتی ہیں۔ سسرالی رشتوں کی خوشی اور غم میں شریک ہوں، انہیں محبت اور عزت دیجئے۔ ساس کی خدمت و محبت کو اپنی سعادت سمجھیے؛ وہ بیمار پڑ جائیں تو دل سے ان کی دیکھ بھال کیجئے، پھر دیکھیے گا کہ ان کی نظر میں آپ چاند سے زیادہ پیاری ہو جائیں گی۔ اگرچہ بعض خواتین کے لئے یہ طرزِ عمل مشکل ہے، خاص طور پر جب انہیں سسرال کی طرف سے محرومیاں ملی ہوں، لیکن اصل کامیابی اسی میں ہے جب بدلے کی خواہش دل میں نہ ہو۔ عطا اسی وقت بابرکت بنتی ہے جب نیت صرف رب کی رضا ہو، کیونکہ اجر دینے والا صرف اللہ پاک ہے۔ خلوصِ نیت کے ساتھ کی گئی عطائیں دنیا اور آخرت؛ دونوں جگہ ثمر لاتی ہیں۔

بہن بھائیوں پر عطائیں: بہن بھائی وہ رشتے ہیں جن کے ساتھ بچپن کی خوشبو، یادوں کی مٹھاس اور محبت کی مضبوط جڑی ہوتی ہے۔ زندگی کبھی انہیں دور بھی کر دیتی ہے، مگر ایک سچی بہن کے لئے یہ دوری ناقابلِ برداشت ہوتی ہے۔ اگر آپ اپنی طرف سے محبت، نرمی اور عطا کا سلسلہ جاری رکھیں گی تو رشتے کبھی بکھر نہیں پائیں گے۔ خواہ انہوں نے کسی وقت آپ کے حق میں کمی کی ہو، پھر بھی حدیثِ مبارک **جو تمہیں محروم کرے تم اسے عطا کرو**، پر عمل کرتے ہوئے ان سے بھلائی جاری رکھیں۔ دل سے معاف کیجئے، تلخی کو نظر انداز کیجئے اور اپنے میٹھے لہجے سے ان کے دلوں کی گرمی دور کیجئے۔ یقین رکھیے! عطا اور درگزر رشتوں کو ایسے جوڑتے ہیں کہ برسوں کی دوریاں پل میں سمٹ جاتی ہیں۔

رشتہ داروں پر عطائیں: خالہ، پھوپھی، ماموں اور چچا؛ یہ سب رشتے ہماری بچپن کی خوشیوں کے مرکز تھے۔ انہوں نے ہمیں گود میں کھلایا، ہنسایا، پیار دیا اور رونے پر بہلایا۔ ان کی یہ بے لوث عطائیں کبھی بھلائی نہیں جا سکتیں۔ لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ ان بزرگ رشتوں کا احترام کریں اور اگر کبھی خاندان میں کوئی ناراضی پیدا ہو جائے تو اسے دور کرنے کی کوشش کریں۔ اگر والدین کی خالہ یا پھوپھی سے ٹھن جائے تو صلح کروانے کے لئے اپنا وقت، اپنی سمجھ اور اپنی محنت استعمال کرنا بھی ایک عظیم عطا ہے۔

اسی طرح پڑوسنوں، غریبوں اور عام مسلمان خواتین کے ساتھ بھی بھلائی اور عطا کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے۔ نرم لہجہ بھی ایک بڑی عطا ہے۔ اگر کوئی مشکل میں ہو تو مدد کیجئے، کسی کو حقیر نہ جانیے اور کھانا بناتے وقت تھوڑا سا بڑھا کر اس کے گھر بھیج دیجئے؛ یہ سب بھی عطا کی خوبصورت صورتیں ہیں۔

البتہ! یاد رکھیے! عطا کا اصل مقصد اللہ کی رضا ہونی چاہیے۔ اگر کسی بھلائی کے پیچھے ذاتی غرض، لالچ یا فائدے کی نیت ہو تو ایسے عمل کا نتیجہ نہ دنیا میں اچھا نکلتا ہے نہ آخرت میں۔

(1) ترغیب وترہیب، 3/232، حدیث: 27 (2) حلیۃ الاولیاء، 8/411، رقم: 12718
(3) معجم کبیر، 1/179، حدیث: 463 (4) تذکرۃ الاولیاء، 1/132

Go To Index

محروم کرنے کی مذمت

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ دو مضمون 43ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیش کیے جارہے ہیں۔)

(فرسٹ پوزیشن) محترمہ بنتِ مقصود عطاریہ
(بحرین، عرب شریف)

محروم کرنے کے معنی ہیں کسی کو کسی نعمت، حق، فائدے یا موقع سے دور رکھنا یا اس سے باز رکھنا۔ محرومی صرف مال یا دولت سے نہیں بلکہ محبت، انصاف، علم اور عزت سے بھی ہو سکتی ہے۔ اسلام انسانیت، انصاف اور بھائی چارے کا دین ہے۔ اس میں کسی کو اس کے حق سے محروم کرنا سخت گناہ قرار دیا گیا ہے چاہے وہ حق مالی ہو، تعلیمی ہو یا اخلاقی۔ کسی کو محروم کرنا ظلم کی ایک شکل ہے اور اسلام ظلم کے ہر پہلو کی مذمت کرتا ہے، کیونکہ ظلم معاشرے کے سکون اور عدل کو ختم کر دیتا ہے۔ ذیل میں محروم کرنے کی مختلف صورتوں کی مذمت بیان کی جارہی ہے:

وارث کو وراثت سے محروم کرنا: شریعت کے مطابق میراث تقسیم نہ کرنا یا کسی وارث کو محروم کرنا اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی نافرمانی ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے:

یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْۗ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِۚ (پ4، النسآء:11)

ترجمہ: اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے، بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔

اسی طرح حدیثِ پاک میں ہے: جس نے اللہ و رسول کی مقرر کردہ میراث کو کاٹا، اللہ پاک اس وجہ سے جنت میں اس کی میراث کو کاٹ دے گا۔[1]

میاں بیوی کا ایک دوسرے کو حقوق سے محروم کرنا: اسلام میں میاں بیوی کے حقوق کو بہت اہمیت دی گئی ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: خبر دار! بیویوں کا تم پر حق ہے کہ اوڑھنے پہننے اور کھانے پینے کے معاملات میں اُن کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ۔[2] اور عورتوں کے متعلق فرمایا: عورت جب تک شوہر کا حق ادا نہ کرے، ایمان کی مٹھاس حاصل نہیں کر سکتی۔[3]

بچوں کو شفقت سے محروم کرنا: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: جو چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا اور بڑوں کا ادب نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔[4] یہ حدیث ان سنگ دل لوگوں کے لئے سببِ عبرت ہے جو بچوں پر ظلم کرتے یا بلا وجہ ڈانٹتے رہتے ہیں۔ بچوں سے شفقت اور محبت ہی اُن کی بہتر تربیت کی بنیاد ہے۔

لوگوں کو اچھے اخلاق سے محروم کرنا: جو لوگ دوسروں سے اچھے اخلاق سے پیش نہیں آتے وہ انفرادی طور پر لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا کرتے اور اجتماعی طور پر معاشرے کے بگاڑ کا باعث بنتے ہیں۔ برا اخلاق انسان کے اچھے اعمال بھی ضائع کروا دیتا ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے: برا اخلاق عمل کو اس طرح خراب کرتا ہے جیسے سرکہ شہد کو خراب کرتا ہے۔[5]

لوگوں کو اُن کے جائز حقوق سے محروم کرنا: جو شخص اپنے فائدے کے لئے دوسروں کے حقوق دباتا ہے، وہ اپنا ایمان کمزور کر دیتا ہے، اللہ پاک فرماتا ہے: فَاَوْفُوا الْكَیْلَ وَ الْمِیْزَانَ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ (پ8، الاعراف:85) ترجمہ: تو ناپ اور تول پورا پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے نہ دو۔

اولاد کو تعلیم و تربیت سے محروم کرنا: تعلیم انسان کے مقام کو

Go To Index

بلند کرتی ہے۔ جو والدین اپنی اولاد کو اچھی تعلیم و تربیت سے محروم رکھتے ہیں، وہ در اصل اُن کے ساتھ ناانصافی کرتے اور اُنہیں جہالت و گمراہی کے اندھیروں میں دھکیل دیتے ہیں۔ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ (پ28، التحریم:6) ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ یہ آیت والدین کو اولاد کی دینی و اخلاقی تربیت کی ذمہ داری یاد دلاتی ہے۔

اللہ کریم ہمیں دوسروں کے حقوق ادا کرنے اور کسی کو بھی محروم کرنے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

محترمہ بنتِ ساجد علی
(جامعۃ المدینہ فیضان رضا سرجانی ٹاؤن کراچی)

انسانی معاشرہ عدل، انصاف اور مساوات کے مضبوط اصولوں پر قائم ہوتا ہے، جب کبھی ان اصولوں کی خلاف ورزی کی جاتی ہے تو محرومی جنم لیتی ہے۔ یہ محرومی کئی صورتوں میں ظاہر ہو سکتی ہے: عورتوں کے حقوق کی پامالی، بچوں کو تعلیم کے مواقع سے محروم رکھنا، یا کمزور طبقے کو انصاف سے دور کر دینا۔ اس طرح کی محرومیاں نہ صرف افراد کو متاثر کرتی ہیں بلکہ پورے معاشرتی ڈھانچے کو کمزور کر دیتی ہیں اور باہمی اعتماد کو مجروح کر دیتی ہیں۔ دینِ اسلام نے ان محرومیوں کو سختی سے منع فرمایا ہے اور ہر سطح پر عدل و انصاف کے قیام پر زور دیا ہے۔ اسلام انسان کو سکھاتا ہے کہ ہر حق دار کو اس کا حق دیا جائے اور معاشرہ رحمت، توازن اور انصاف کی بنیاد پر قائم رکھا جائے۔ فرمانِ الٰہی ہے: وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَۙ(۱) الَّذِیْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ٘ۖ(۲) وَ اِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّ زَنُوْهُمْ یُخْسِرُوْنَؕ(۳) (پ30، المطففین، 1تا3) ترجمہ: کم تولنے والوں کے لئے خرابی ہے وہ لوگ کہ جب دوسرے لوگوں سے ناپ لیں تو پورا وصول کریں اور جب انہیں ناپ یا تول کر دیں تو انہیں کم کر دیں۔

یہ آیت انصاف سے محروم کرنے والوں کی مذمت کرتی ہے۔ ایک مقام پر ہے: كَیْ لَا یَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْكُمْؕ (پ28، الحشر:7) ترجمہ: تاکہ وہ دولت تمہارے مالداروں کے درمیان (ہی) گردش کرنے والی نہ ہو جائے۔ معلوم ہوا! دولت اور وسائل کو امیروں تک محدود رکھنا بڑی محرومی کی صورت ہے۔

محرومی کے اسباب

حسد: حسد ایک باطنی مرض ہے۔ حاسد محسود کو پھلتا پھولتا نہیں دیکھ سکتا اور اسی حسد کی وجہ سے وہ ہر ممکن کوشش کرتا ہے محروم کرنے کی: تعلیم سے، حقوق العباد سے، عورتوں کو جائیداد سے، غریبوں کو زکوٰۃ سے، اہل کو منصب سے۔

برتری: جس کے اندر اپنی برتری کا سکہ بٹھانے کا جذبہ ہو وہ ہر ممکن کوشش کرتا ہے کہ ہر طرف میرا ہی چرچا ہو اور اس مذموم جذبے کے تحت وہ مقابل کو محروم کرنے کی کوشش کرتا ہے، جبکہ اصل برتری تو لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں ہے نہ کہ محروم کرنے میں۔

مال و دولت کا لالچ: مال و دولت کا حریص یہ چاہتا ہے کہ سب سے سب کچھ چھین کر بس مجھے مل جائے اور اسی وجہ سے وہ دوسروں کو محروم کرکے سکون حاصل کرنے کی ناکام کوشش کرتا ہے جبکہ اگر ہم اسلامی تعلیمات پر غور کریں تو ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ امیر لوگ اپنی زکوٰۃ غریب لوگوں کو دیں تاکہ ان کی ضرورتیں پوری ہوں۔

ایک مومن کو چاہیے کہ وہ خود بھی کسی پر ظلم نہ کرے اور لوگوں کو بھی ظلم کرنے سے روکے ورنہ معاشرے میں تفریق، فسادات اور بغاوت بڑھنے کا خدشہ ہے جس کی وجہ سے انسانی رشتے ٹوٹ جاتے ہیں اور محبت ختم ہو جاتی ہے۔

---

1 شعب الایمان، 6/224، حدیث:7965
2 ترمذی، 2/387، حدیث:1166
3 مستدرک، 5/240، حدیث:7405
4 ترمذی، 3/369، حدیث:1926
5 معجم اوسط، 1/247، حدیث:850

Go To Index

نئی لکھاری

تحریری مقابلہ

اہم نوٹ: ان صفحات میں ماہنامہ خواتین کے 43ویں تحریری مقابلے میں موصول ہونے والے 152 مضامین کی تفصیل یہ ہے:

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
حضور کی اللہ پاک سے محبت	65	محروم کرنے کی مذمت	42	مسلمانوں پر ظلم اور اُمّتِ مسلمہ کی مجرمانہ خاموشی	45

مضمون بھیجنے والیوں کے نام

حضور کی اللہ پاک سے محبت: حیدر آباد: لطیف آباد نمبر 8: بنت سید جاوید اقبال۔ سیالکوٹ: پاکپورہ: بنت سید ابرار حسین، بنت شاہد۔ تلواڑہ مغلاں: بنت وسیم علی، بنت جاوید، بنت عارف حسین، بنت محمد عاصم شہزاد، بنت طارق محمود، بنت محمد لطیف، بنت شمس الزماں، بنت شفیق، بنت اظہر حسین، بنت محمد انور، بنت محمد ارشد، بنت جواد، بنت ناصر محمود، بنت شاہد، بنت محمد اسلم، بنت فیصل مجید، بنت منیر احمد، بنت محمد اسلام، بنت فیصل مجید۔ شفیع کا بھٹہ: ہمشیرہ محمد منیب، بنت ندیم جاوید، بنت سید حسنین شاہ، ہمشیرہ حامد، بنت سید عاشق حسین شاہ، بنت سعید، بنت نواز، بنت خوشی محمد، بنت عثمان علی، بنت محمد سلیم، بنت اشفاق احمد، بنت فضل الٰہی، ہمشیرہ حنظلہ صابر، بنت شاہ حسنین، بنت طارق محمود، بنت محمد احسن، بنت رزاق بٹ، بنت تنویر اختر، ہمشیرہ محمد اسماعیل۔ گلبہار: بنت محمد شہباز، اخت فیصل خان، بنت ایاز خان، بنت علی احمد، بنت محمد ارشد۔ مظفر پورہ: بنت حافظ محمد شبیر، بنت محمد نواز۔ معراج کے: بنت محمد افضل بھٹی، بنت محمد ذوالفقار، بنت محمد ادریس، بنت نور حسین، بنت محمد منیر، بنت عبد الستار، بنت محمد جاوید، بنت محمد شفیق۔ نند پور: بنت محمد الیاس، ہمشیرہ امیر حمزہ، بنت عبد الستار مدنیہ۔ نواں پنڈ آرائیاں: بنت سوداگر حسین، بنت اختر۔ کراچی: فیضان رضا: بنت اسلم۔ گوجرانوالہ: کامونکی: بنت رمضان۔ ملتان: جلال پور: بنت اسلم۔ عرب شریف: بنت اسلم۔

محروم کرنے کی مذمت: سیالکوٹ: تلواڑہ مغلاں: خوشبوئے مدینہ، بنت نصیر احمد، بنت اعجاز احمد، بنت جاوید اقبال، بنت مطہر محمود، بنت ذوالفقار، بنت محمد جمیل، بنت غلام مصطفیٰ، بنت محمود، بنت شکور، بنت محمد عمر۔ شفیع کا بھٹہ: بنت محمد ندیم، بنت عارف محمود، بنت ہمایوں، بنت محمد جمیل، ہمشیرہ علی حسن کریمی، بنت محمد نعیم، ہمشیرہ عمر جٹ، بنت محمد اصغر مغل، ہمشیرہ حنظلہ صابر، بنت شمس پرویز، ہمشیرہ حامد، بنت امجد پرویز۔ گلبہار: بنت محمد شہباز۔ مظفر پورہ: بنت محمد طارق، بنت عاشق، بنت نعمان شہزاد۔ معراج کے: بنت اظہر علی، بنت محمد یونس، بنت محمد رفیق، بنت محمد اشرف۔ نند پور: بنت محمد الیاس، ہمشیرہ امیر حمزہ، بنت عبد الستار مدنیہ۔ نواں پنڈ آرائیاں: بنت اختر۔ فیصل آباد: جھمرہ سٹی: بنت محمد انور۔ چھاں: بنت ارشد محمود۔ قصور: تلونڈی: بنت اصغر علی۔ کراچی: فیضان رضا: بنت ساجد علی۔ گلشن معمار: بنت محمد اکرم۔ گوجرانوالہ: کامونکی: بنت رمضان۔ عرب: بحرین: بنت مقصود۔

مسلمانوں پر ظلم اور اُمّتِ مسلمہ کی مجرمانہ خاموشی: بہاولپور: یزمان: بنت یونس۔ حیدر آباد: عبد الغفار منزل: بنت سید جاوید اقبال۔ خانیوال: کوہی والا: بنت اللہ نور۔ ساہیوال: طارق بن زیاد کالونی: بنت شفقت علی۔ سیالکوٹ: تلواڑہ مغلاں: بنت رزاق احمد، بنت مدثر اقبال، بنت احمد رضا، بنت اظہر بخاری، بنت رضا مصطفیٰ، بنت محمد خلیل تبسم، بنت فیصل، بنت عدنان حبیب، بنت شہباز، بنت سائیں ملنگا، بنت بشارت علی، بنت محمد یاسین، بنت محمد نعیم، بنت ناصر محمود۔ شفیع کا بھٹہ: بنت آصف اقبال، بنت کرامت علی، بنت عبد المجید، بنت عرفان، بنت صغیر احمد۔ گلبہار: بنت فیاض احمد، بنت خالد حسین۔ مظفر پورہ: بنت محمد طارق، بنت محمد نواز۔ معراج کے: بنت محمد عارف، بنت لیاقت علی، بنت طاہر حسین۔ نند پور: بنت محمد الیاس، بنت عبد الستار مدنیہ۔ نواں پنڈ آرائیاں: بنت اختر۔ کراچی: فیضان رضا: بنت ساجد علی، بنت محمد ندیم صدیقی۔ گلشن معمار: بنت محمد اکرم۔ ناظم آباد 1: بنت منور خان۔ گوجرانوالہ: کامونکی: بنت رمضان۔ لاہور: جوہر ٹاؤن: بنت صابر۔ گلبرگ ٹاؤن: بنت سلطان۔ ملتان: جلال پور: بنت اسلم۔ میانوالی: ڈھبہ کرسیال: بنت محمد اقبال، بنت محمد شوکت۔

اُمتِ مسلمہ پر ظلم اور مسلمانوں کی مجرمانہ خاموشی

(فرسٹ پوزیشن) محترمہ بنتِ طاہر حسین (معراج کے سیالکوٹ)

ظلم کا مطلب ناانصافی، زیادتی اور حق کے خلاف کوئی بھی عمل ہے، جس میں کسی کی چیز چھین لینا، استحصال یا سختی کرنا بھی شامل ہے۔ اسی طرح گناہ اور غلط کاری بھی ظلم کہلاتی ہے۔ ظلم انتہائی قابلِ مذمت ہے۔ آج بعض جگہوں پر مسلمان شدید مظالم کا شکار ہیں، مگر دیگر مقامات کے مسلمان خاموش ہیں، حالانکہ سب ایک جسم کی طرح ہیں۔ جیسا کہ ایک روایت میں

ہے کہ مسلمانوں کی باہم دوستی، رحمت اور شفقت کی مثال ایک جسم کی طرح ہے۔ جب جسم کا کوئی عضو تکلیف میں ہوتا ہے تو پورا جسم بے خوابی اور بخار کی کیفیت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔[1]

اگر ہاتھ یا پاؤں کی ایک انگلی کے ناخن میں معمولی تکلیف بھی ہو تو پورا جسم بے قرار ہو جاتا ہے، کیونکہ جسم کے تمام اجزا ایک دوسرے سے جڑے ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب ایک مسلمان کسی تکلیف یا پریشانی میں مبتلا ہو تو تمام مسلمانوں کو بے چین ہو جانا چاہیے، کیونکہ ان کے درمیان ایمان کا رشتہ موجود ہے۔ کسی مسلمان بھائی کو دکھ میں دیکھ کر رنگ، نسل، وطن یا علاقے کا فرق نہیں دیکھنا چاہیے بلکہ اس کی مدد کے لئے آگے بڑھنا چاہیے۔ یہی وہ عظیم جذبہ ہے جو اسلام نے اپنے ماننے والوں میں پیدا کیا کہ ایک کی تکلیف سب کی تکلیف ہے۔

اپنی طاقت کے مطابق ظلم روکنے کا حکم: ایک روایت میں ہے: تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے، اسے چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے روکے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے (بُرا جانے) اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔[2] مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کی شرح میں فرماتے ہیں: بُرائی کو بدلنے کے لئے ہر طبقے کو اس کی طاقت کے مطابق ذمہ داری سونپی گئی کیونکہ اسلام میں کسی بھی انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی۔ اربابِ اقتدار، اساتذہ، والدین وغیرہ جو اپنے ماتحتوں کو کنٹرول کر سکتے ہیں وہ قانون پر سختی سے عمل کرا کے اور مخالفت کی صورت میں سزا دے کر برائی کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔ مبلغینِ اسلام، علما و مشائخ، ادیب و صحافی اور دیگر ذرائع ابلاغ مثلاً ریڈیو اور ٹی وی وغیرہ سے سبھی لوگ اپنی تقریروں تحریروں بلکہ شعرا اپنی نظموں کے ذریعے برائی کا قلع قمع کریں اور نیکی کو فروغ دیں۔ بِلِسَانِہٖ (زبان سے روکنے) کے تحت یہ تمام صورتیں آتی ہیں اور عام مسلمان جسے اقتدار کی کوئی صورت بھی حاصل نہیں اور نہ ہی وہ تحریر و تقریر کے ذریعے برائی کا خاتمہ کر سکتا ہے وہ دل سے اس برائی کو برا سمجھے، اگرچہ یہ ایمان کا کمزور ترین مرتبہ ہے۔ کیونکہ کوشش کر کے زبان سے روکنا چاہیے لیکن دل سے جب برا سمجھے گا تو یقیناً خود برائی کے قریب نہیں جائے گا اور اس طرح معاشرے کے بے شمار افراد خود بخود راہِ راست پر آجائیں گے۔ حدیث شریف سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جو آدمی برائی کو دل سے بھی برا نہ جانے اسے اپنے آپ کو مومنین میں شمار کرنے کا کوئی حق نہیں کیونکہ دل سے برا سمجھنے میں تو کسی کا ڈر نہیں، پھر بھی برا نہیں سمجھتا تو معلوم ہوا وہ اس پر راضی ہے۔[3]

مظلوم کی مدد کا حکم: فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہے: اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک شخص نے عرض کی: یارسولَ اللہ! مظلوم کی تو میں مدد کرتا ہوں لیکن ظالم کی مدد کس طرح کروں؟ ارشاد فرمایا: اسے روکو یا ظلم کرنے سے منع کرو کیونکہ یہی اس کی مدد ہے۔[4]

حدیثِ پاک کا مفہوم: شارح حدیث سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: روحِ حدیث یہ ہے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کے درمیان اسلامی رشتے کی بنیاد پر ایک دوسرے پر جو حقوق ہیں ان کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ بلاوجہ کسی مسلمان پر ظلم وزیادتی کرنا تو حرام و ناجائز ہے لیکن اسلامی رشتے کا تقاضا یہ بھی ہے کہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو نشانۂ ظلم بننے کے لئے بے مدد نہ چھوڑا جائے اور حتی المقدور اس کی قانونی، مالی اور اخلاقی امداد کی جائے۔[5] لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اُمتِ مسلمہ پر ہونے والے ظلم کے خلاف آواز اٹھائیں اور ان کی مدد کے لئے عملی اقدامات کریں۔ اللہ پاک ہمیں ظلم کے خلاف قدم اٹھانے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 مسلم، ص1071، حدیث:6586 2 مسلم، ص49، حدیث:177 3 مراٰۃ المناجیح، 6/503 مکتبہ اسلامیہ 4 بخاری، 4/389، حدیث:6952 5 فیوض الباری، 9/238

نمازوں کے ابتدائی، انتہائی اور مستحب اوقات

محترمہ بنتِ عبد الحمید مدنیہ عطاریہ رائیونڈ

نمازِ فجر کا وقت: صبح ہوتے وقت مشرق کی طرف سے آسمان کی لمبائی (شرقاً غرباً) میں کچھ سفیدی دکھائی دیتی ہے، اسے **صبحِ کاذب** کہا جاتا ہے، اس کے تھوڑی دیر بعد آسمان کے کنارے پر سفیدی چوڑائی میں (شمالاً جنوباً) دکھائی دیتی ہے اور بالکل روشنی ہو جاتی ہے اسے **صبحِ صادق** کہا جاتا ہے جس سے فجر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور سورج نکلنے تک باقی رہتا ہے، جب سورج تھوڑا سا بھی طلوع ہو جائے تب فجر کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ فجر کی نماز وقت ختم ہونے سے اتنا پہلے پڑھنا مستحب ہے کہ اگر کسی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے تو وضو کے بعد سنت کے مطابق قراءت کرکے نماز ادا کی جاسکے۔ ایک روایت میں ہے: فجر کی نماز کو روشنی پھیلنے کے بعد پڑھو کہ اس میں زیادہ اجر ہے۔[(1)]

نمازِ ظہر کا وقت: سورج طلوع ہو کر جتنا اونچا ہوتا جاتا ہے ہر چیز کا سایہ گھٹتا جاتا ہے سو جب سورج سر پر آجائے اور سایہ گھٹنا موقوف ہو جائے وہ **اصلی سایہ** کہلاتا ہے اور جس لمحے سایہ بڑھنا شروع ہو جائے تو اس کو **زوال** کہتے ہیں، جس سے ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور جب ہر چیز کا سایہ دو گنا ہو جائے تب ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ گرمی میں ظہر کو ذرا دیر سے پڑھنا اور سردیوں میں جلدی پڑھنا مستحب ہے۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے: (گرمی کے موسم میں) ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو، کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے پیدا ہوتی ہے۔[(2)]

نمازِ عصر کا وقت: جب ہر چیز کا سایہ اصلی سایہ کے علاوہ اس کے دو مثل ہو جائے تو عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے جو سورج ڈوبنے تک باقی رہتا ہے۔ جب دھوپ زرد پڑ جائے تو عصر پڑھنا مکروہ ہے۔ نمازِ عصر میں مطلقاً تاخیر کرنا مستحب ہے۔ گرمی ہو یا سردی عصر کے بعد نفل پڑھنا درست نہیں۔ حضور جب عصر کی نماز پڑھتے تو سورج بلند اور تیز روشن ہوتا تھا۔[(3)]

نمازِ مغرب کا وقت: جب سورج غروب ہو جائے تو مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور جب تک مغرب کی طرف آسمان کے کنارے پر سرخی کے بعد سفیدی باقی رہے، اس وقت تک مغرب کا وقت باقی رہتا ہے اور شفقِ ابیض (سفیدی کے غروب ہوتے ہی) مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ مغرب کی نماز جلدی پڑھنا مستحب ہے۔ دو رکعت کی مقدار تاخیر مکروہِ تنزیہی اور بلا عذر اتنی تاخیر کرنا کہ ستارے گتھ جائیں مکروہِ تحریمی ہے۔ بارہا کے مشاہدات سے یہ بات واضح ہوئی ہے کہ وقتِ مغرب کے نصفِ اول (First Half) کے اختتام پر ستارے گتھ جاتے ہیں لہٰذا اس سے پہلے پہلے نماز پڑھ لینی چاہئے۔[(4)]

نمازِ عشا کا وقت: جب آسمان کے کنارے کی مغرب کی طرف سرخی کے بعد آنے والی سفیدی جاتی رہے تو عشا کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور صبحِ صادق ہونے تک باقی رہتا ہے۔ مستحب یہ ہے کہ عشا کی نماز تہائی رات سے کچھ دیر پہلے پڑھی جائے۔ آدھی رات کے بعد عشا (جماعت کے ساتھ) پڑھنا مکروہِ تنزیہی ہے کہ تقلیلِ جماعت کا سبب ہے۔ البتہ! انفرادی پڑھنے والا آدھی رات کے بعد بھی پڑھے تو مکروہ نہیں۔[(5)]

وتر کا وقت: وتر کے لئے مستحب یہ ہے کہ اخیر رات میں تہجد کے بعد پڑھے، بشرطیکہ تہجد پڑھنے اور رات کو اٹھنے کا اہتمام ہو، لیکن اگر جاگنے کا اعتبار نہ ہو اور سوتے رہ جانے کا ڈر ہو تو سونے سے پہلے پڑھ لینا چاہیے۔

عورتوں کے لئے ہمیشہ فجر کی نماز اول وقت میں پڑھنا مستحب ہے، جبکہ باقی نمازوں میں بہتر یہ ہے کہ مردوں کی جماعت کا انتظار کریں، جب جماعت ہو چکے تو پڑھیں۔

نوٹ: Prayer time app ڈاؤنلوڈ کرکے نمازوں کی حفاظت کیجئے۔

---

(1) ترمذی، 1/205، حدیث:154 (2) بخاری، 1/199، حدیث:538 (3) بخاری، 1/202، حدیث:550 (4) نصاب توقیت، 1/156 (5) ردالمحتار، 1/368 ملخصاً

Go To Index

FAIZAN ONLINE ACADEMY

صراط الجنان کورس

(اس سلسلے میں ہر ماہ اس شعبے سے متعلق مفید معلومات بیان کی جاتی ہیں۔)

قرآنِ کریم ہدایت کا لازمی ذریعہ ہے، مگر اس کی حقیقی فہم اور برکت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب اسے سمجھ کر پڑھا جائے۔ یہ اللہ پاک کا بے مثل کلام ہے جو تمام انسانوں کو شرک، کفر اور گناہوں سے بچا کر ایمان، اسلام اور دنیا و آخرت میں کامیابی کی راہ دکھانے کے لئے نازل ہوا۔ تلاوت کے ساتھ معانی کی سمجھ حاصل کرنا ضروری ہے، کیونکہ بغیر فہم کے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں جیسے رات میں بادشاہ کا خط پڑھیں مگر روشنی نہ ہو، یعنی دل خوفزدہ اور سمجھ بے حاصل۔ لہٰذا قرآن کی تلاوت کے ساتھ مستند تفاسیر کے ذریعے اس کے معانی کو جاننا بہت بڑی عبادت اور سعادت ہے۔ مزید یہ کہ قرآن کے مفاہیم پر غور کرنے سے انسان کے اعمال میں اصلاح آتی ہے، دل میں خوف و محبت کا توازن پیدا ہوتا ہے اور زندگی کے ہر پہلو میں رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ جو شخص قرآن کو محض لفظوں کے لئے پڑھتا ہے وہ علم وہدایت سے محروم رہتا ہے، لیکن جو اسے سمجھ کر عمل میں لاتا ہے، اللہ پاک اسے دنیا و آخرت میں کامیابی عطا فرماتا ہے اور اس کے دل کو سکون نصیب ہوتا ہے۔

کورس کا تعارف اور مقصد

اس کورس میں دورِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق جدید تصنیف تفسیر صراط الجنان کی روشنی میں مکمل قرآن پاک کی تفسیر اور ترجمہ پڑھایا جاتا ہے تاکہ اللہ پاک کے نازل کردہ احکام کو سمجھ کر عبادات و معاملات کو کماحقہ ادا کیا جاسکے۔

تفسیر صراط الجنان کی خاصیات

- ہر آیت کے تحت دو ترجمے دیئے گئے ہیں: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کا ترجمہ کنز الایمان اور آسان اردو ترجمہ کنز العرفان۔
- حوالہ جات میں ہر جگہ مکمل عبارت نقل کرنے کی بجائے خلاصہ اور منتخب مواد شامل کیا گیا ہے۔
- خزائن العرفان اور نور العرفان جیسے اہم تفسیری حواشی کا زیادہ تر مواد آسان اور قابلِ فہم انداز میں شامل کیا گیا ہے۔
- عوام الناس کی مشکلات کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے طویل اور پیچیدہ تفاسیر کی بجائے جامع و آسان تفہیم پر زور دیا گیا ہے۔

کورس میں شامل موضوعات

- آیات کے اسبابِ نزول اور سورتوں کا تعارف (مکی و مدنی)
- آیات سے حاصل ہونے والے اہم نکات
- دورِ حاضر کے جدید مسائل کا حل قرآن کی روشنی میں
- گزشتہ امتوں کے حالات کا تفصیلی بیان

کورس مکمل کرنے کے بعد حاصل ہونے والے فوائد

- قرآنِ پاک کا اصل فہم حاصل ہوگا اور زندگی کو اسلامی طرزِ عمل پر گامزن کرنے میں مدد ملے گی۔
- اللہ پاک سے محبت اور اس کے احکام پر شوق کے ساتھ عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہوگا۔

کورس کی اہلیت

- اردو پڑھنا اور لکھنا آنا ضروری ہے۔
- عمر کم از کم 12 سال ہو۔
- قرآنِ کریم درست مخارج کے ساتھ پڑھ سکیں۔

ایڈمیشن کے لئے رابطہ نمبر: 03139292992

Go To Index

اسلامی بہنوں کے دینی کاموں کا اجمالی جائزہ

نومبر 2025 / جمادی الاولیٰ 1447ھ کے دینی کاموں کی کارکردگی

دینی کام		نیشنل	انٹرنیشنل	ٹوٹل
منسلک اسلامی بہنیں		1090172	79145	1169317
ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماعات	تعداد اجتماعات	11624	1497	13121
	شرکائے اجتماعات	437599	30622	468221
مدرسۃ المدینہ (بالغات)	مدارس المدینہ کی تعداد	13898	1605	15503
	پڑھنے والیاں	118206	10447	128653
ہفتہ وار رسالہ پڑھنے / سننے والیاں		800508	29786	830294
مدنی مذاکرہ سننے والیاں		158397	13259	171656
روزانہ گھر درس دینے / سننے والیاں		123749	7495	131244
وصول ہونے والے نیک اعمال کے رسائل		125259	10679	135938
ہفتہ وار علاقائی دورہ (شرکائے علاقائی دورہ)		37827	2634	40461

نومبر 2025 میں اسلامی بہنوں کے 13 شعبہ جات میں ہونے والے کورسز و سیشنز کی مجموعی کارکردگی

	مقامات	شُرکا
مدنی کورسز / سیشنز	20970	230651

46واں تحریری مقابلہ عنوانات برائے اپریل 2026

1. حضور کی عشرۂ مبشرہ سے محبت
2. مصیبت زدہ کو تسلی دیجئے
3. بیوہ اور مطلقہ عورت اپنا گزارا کیسے کرے؟

مضمون بھیجنے کی آخری تاریخ 20 جنوری 2026

مزید تفصیلات کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

Go To Index

فیضانِ صحابیات حافظ آباد

الحمدُ للہ پیارے پیارے مرشدِ کریم کے فیضانِ کرم سے عاشقانِ رسول کی دینی تحریک دعوتِ اسلامی کے تحت اسلامی بہنوں کا عظیم الشان مدنی مرکز **فیضانِ صحابیات محلہ مغل پورہ گلی نمبر 10 نزد رضائے مصطفیٰ مسجد جلال پور روڈ حافظ آباد** کا سنگِ بنیاد 11 نومبر 2021 کو رکھا گیا جبکہ شاندار افتتاح پہلی جنوری 2022 کو رہائشی فیضانِ صحابیات پاکستان سطح کے شعبہ ذمہ دار محمد حماد عطاری دامت برکاتہم العالیہ کے مبارک ہاتھوں سے ہوا۔

آفسز کی تعداد:

فیضانِ صحابیات کی اس عمارت میں دو شعبہ جات کے آفسز قائم ہیں:(1)فیضانِ صحابیات (2)فنانس ڈیپارٹمنٹ۔

فیضانِ صحابیات حافظ آباد میں ہونے والے دینی کام:

- الحمدُ للہ فیضانِ صحابیات حافظ آباد میں رہائشی کورسز اور مدنی مشوروں کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً شارٹ کورسز بھی کروائے جاتے ہیں۔
- یہاں پر چھوٹی بچیوں کو قرآنِ پاک کی تعلیم دینے کے لئے گلی گلی مدرسۃ المدینہ لگایا جاتا ہے۔
- بروز بدھ دن 10 تا 12 بجے اسلامی بہنوں کا ہفتہ وار سنتوں بھرا اجتماع ہوتا ہے جس میں شریک اسلامی بہنوں کو اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کا ذہن دیا جاتا ہے۔
- اتوار صبح 9 بجے تا دوپہر 1 بجے روحانی علاج کا بستہ لگایا جاتا ہے، جہاں دکھیاری اسلامی بہنوں کو روحانی علاج، کاٹ اور تعویذات و وظائف کی مفت سہولت بھی فراہم کی جاتی ہے۔
- یہاں مدرسۃ المدینہ بالغات بھی لگتا ہے جس میں تربیت یافتہ اسلامی بہنیں بڑی عمر کی خواتین کو درست قواعد و مخارج کے ساتھ قرآنِ پاک کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ ان کی شرعی، اخلاقی اور تنظیمی تربیت بھی کرتی ہیں۔